# الفرقان

مدیر مسئول

شہادت 1348 ابوالعطاء جالندھری اپریل 1969

# ماہنامہ "الفرقان" اور احباب کا فرض

● حضرت امام جماعتِ احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ارشاد ہے:-

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس ۳۰ چالیس ۴۰ ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔" (الفضل ۵ر جنوری ۱۹۵۶ء)

● حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اُس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدّنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دُنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیّر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مُسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پُوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پُوری شان کے ساتھ ساری دُنیا کو اپنے نُور سے منوّر کرے۔ (خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۵۹-۷-۱۱)"

(الفضل ۱۰ر جولائی ۱۹۵۹ء)

رسالہ کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے!

مینیجر الفرقان ربوہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ


جلد ۱۹ | ماہنامہ **الفرقان** ربوہ | صفر ۱۳۸۹ ہجری قمری
شمارہ ۴ | اپریل ۱۹۶۹ء | شہادت ۱۳۴۸ ہجری شمسی


# تبلیغی و تعلیمی مجلہ الفرقان

## اغراض و مقاصد

۱۔ فضیلتِ اسلام کا بیان

۲۔ قرآنی حقائق کا ذکر۔

۳۔ مخالفین اسلام کے اعتراضات کی تردید۔

۴۔ احمدیت (اسلام کی نشاۃِ ثانیہ) کا تذکرہ۔

## قواعد و ضوابط

۱۔ تاریخ اشاعت ہجری مہینہ کی پندرہ تاریخ ہے۔

۲۔ سالانہ زر اشتراک پیشگی:

پاکستان -- -- چھ روپے

بھارت -- -- آٹھ روپے

دیگر ممالک بحری ڈاک: تیرہ شلنگ یا دس روپے

" ہوائی ڈاک: ایک پاؤنڈ دس شلنگ

۳۔ تمام رقوم بنام مینیجر الفرقان ربوہ بھیجی جائیں۔

۴۔ مضامین بنام ایڈیٹر الفرقان ارسال کئے جائیں۔

## ادارہ

ایڈیٹر۔ **ابوالعطاء جالندھری**

نائبین

**۱۔ دوست محمد شاہد مولوی فاضل**

**۲۔ عطاء المجیب راشد ایم۔اے**

# ترتیب


● غلبۂ دین کی ترقی اسلام کا نصب العین ہے — سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا خاص مقالہ — ص ۲

● ذوقِ نمو (نظم) — جناب نسیم سیفی — ص ۸

● البیان (یٰسین ترجمہ و تفسیری نوٹ) — ابوالعطاء — ص ۹

● اشاعتِ اسلام کی عالمگیر مہم — جناب ڈاکٹر نذیر احمد خان صاحب — ص ۱۳

● اسلامی نماز اور اس کا فلسفہ — جناب مولانا عبدالمالک خان صاحب کراچی — ص ۱۵

● کتاب ختم الاولیاء پر ایک نظر — جناب مولوی جمیل الرحمٰن صاحب رفیق ٹانگانیکا (مشرقی افریقہ) — ص ۳۰

● جناب میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ مرحوم کی یاد میں (نظم) — (جناب عاجز عظیم آبادی) — ص ۳۲

● جذباتِ مومن (نظم) — خواجہ عبدالمومن صاحب مومن — ص ۳۲

● حاصلِ مطالعہ — مرسلہ۔ محمد عزیز صاحب لاہور، احمد بن عبدالعزیز — ص ۳۷

● حیاۃ ابی العطاء (چند منتشر یادیں) — ابوالعطاء — ص ۳۹

# غرباء کی ترقی اسلام کا نصب العین ہے

## مکی زندگی کی ابتدائی آیات پر ایک نظر!

(ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ میرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ)

{ذیل کا قیمتی مقالہ سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے مطبوعہ لیکچر "اسلام کا اقتصادی نظام" کا ایک اقتباس ہے ——— (ایڈیٹر)}

اسلام نے اپنی ابتداء میں ہی غرباء کے اُبھارنے اور اُن کی مدد کرنے کا اعلان کر دیا تھا چنانچہ وہ سورتیں جو بالکل ابتدائی زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں جب اُن کا مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اِن ابتدائی سورتوں میں سب سے زیادہ غرباء کو اُبھارنے، اُن کی مدد کرنے اور اُن کو ترقی کی دوڑ میں آگے لے جانے کا ذکر آتا ہے اور مومنوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اگر قومی ترقی چاہتے ہیں، اگر خدا تعالیٰ کی رضاء حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کا طریق یہی ہے کہ غرباء کی مدد کریں، اُن کی تکالیف کو دُور کرنے کی کوشش کریں۔ حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جب ابھی دوسرے احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوئے تھے ابھی قرآن کریم نے نمازوں کی تفصیل بیان نہیں کی تھی، ابھی قرآن کریم نے تجارت کے اصول بیان نہیں کئے تھے، ابھی قرآن کریم نے قضاء کے احکام لوگوں کے سامنے بیان نہیں کئے تھے، ابھی لین دین کے احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوئے تھے، ابھی میاں بیوی کے حقوق یا راعی اور رعایا کے حقوق یا آقا اور ملازمین کے حقوق کی تفصیلات بیان نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن اِس ابتدائی زمانہ میں قرآن نے غرباء کو اُبھارنے اور اُن کی مدد کرنے کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی۔ بلکہ اُن کے نہ اُبھارنے اور اُن کی مدد نہ کرنے کے نتیجہ میں قوم کی تباہی کی خبر دی اور بتایا کہ وہ قوم اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بن جاتی ہے جو غرباء کے حقوق کو نظر انداز کر دیتی ہے۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلی سورۃ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ والی سورۃ ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ ساری سورۃ ایک ہی دن میں نازل ہو گئی تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے اِسی سورۃ کا ابتدائی ٹکڑا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اور پھر رفتہ رفتہ ساری سورۃ نازل ہو گئی۔ اس سورۃ کے نزول کے بعد قریب ترین عرصہ میں جو سورتیں نازل

ہوئیں اُن میں سے چار سورتیں ایسی ہیں جن کو سر ولیم میور جو یو۔پی کے لفٹیننٹ گورنر رہ چکے ہیں اور یورپین مصنفین میں خاص عظمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، سولیلوکی (SOLILOQUY) یعنی محادثہ بالنفس کی سورتیں قرار دیتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس میں دعویٰ سے پہلے جو خیالات پیدا ہوا کرتے تھے اِن چار سورتوں میں انہیں خیالات کا ذکر آتا ہے۔ سر ولیم میور کے نزدیک یہ چار سورتیں آخری پارہ کی سورہ البلد، سورۃ الشمس، سورۃ اللیل اور سورۃ الضحیٰ ہیں۔ مفسرین کے نزدیک تو یہ سورتیں سورۃ العلق کے بعد نازل ہوئی ہیں اور تاریخی طور پر بھی یہی بات درست ہے لیکن میور کا خیال ہے کہ یہ سورتیں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ والی سورۃ سے بھی پہلے کی ہیں۔ اُن کی بناء استدلال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جب کہا اِقْرَاْ یعنی پڑھ۔ تو بہرحال اس سے پہلے کوئی چیز موجود ہونی چاہیئے تھی جس کو پڑھنے کا حکم دیا جاتا۔

اسلامی تاریخ کے لحاظ سے بھی یہ نہایت ابتدائی سورتیں ہیں اور میور کے خیال کے لحاظ سے تو یہ اتنی ابتدائی سورتیں ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ سے بھی پہلے کی ہیں۔ اِن چار سورتوں کو جب ہم دیکھتے ہیں تو ان میں سے تین میں غرباء کی خبرگیری کو نجات اور ترقی قومی کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ لوگوں کو غرباء کی خبرگیری اور اُن کی خدمات پر اُبھارا گیا ہے اور امراء کو اپنی اصلاح کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ چنانچہ سورۃ البلد میں آتا ہے يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ (البلد: ۷-۱۸)

فرماتا ہے یہ مالدار دنیا میں کہتا ہے اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا میں بڑا مالدار آدمی ہوں میں نے بڑا روپیہ دنیا میں خرچ کیا ہے۔ ہزاروں نہیں لاکھوں روپیہ بلکہ کروڑوں روپیہ میں خرچ کر رہا ہوں۔ لُبَدًا کے معنے ڈھیروں ڈھیر کے ہوتے ہیں۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا ڈھیر میں خرچ کرتا چلا گیا اور میں نے روپیہ کی کچھ بھی پروا نہ کی اب بتاؤ مجھ سے زیادہ اور کون شخص اس بات کا مستحق ہے کہ اُسے عزت دی جائے؟ دراصل وہ چاہتا ہے کہ عظمت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ کیا وہ نادان یہ خیال کرتا ہے کہ مجھے دیکھنے والا دنیا میں کوئی موجود نہیں۔ وہ دعوتیں کرتا ہے، اور ایک ایک دن میں سینکڑوں اونٹ ذبح کر دیتا

ہے اور خیال کرتا ہے کہ مَیں نے مُلک پر بڑا احسان کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا دُنیا اندھی ہے وہ یہ نہیں سمجھتی کہ یہ سَو اونٹ جو قربان کیا گیا ہے محض اس لئے ہے کہ اُسے شہرت اور عزّت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ غرباء کی ہمدردی اور اُن کی محبّت کا جذبہ اُس کے دل میں کام نہیں کر رہا۔ اگر واقعہ میں اس کے دل میں غریبوں کی تکالیف کا احساس ہوتا، وہ اُن کی غربت اور تکلیف کو دُور کرنے کا جذبہ اپنے اندر رکھتا تو سَو سَو اونٹ ایک دن میں ذبح کرنے کی بجائے وہ سَو دنوں میں ایک ایک اونٹ ذبح کرتا تاکہ غرباء ایک لمبے عرصہ تک بھوک کی تکلیف سے بچے رہتے مگر اُس کے مدّنظر تو یہ بات تھی ہی نہیں۔ وہ تو یہی چاہتا تھا کہ پبلک میں میری شہرت ہو اور لوگ سمجھیں کہ مَیں بڑا امیر ہوں۔ پس فرماتا ہے اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَہٗٓ اَحَدٌ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اُسے کوئی دیکھتا نہیں، اُس کے اعمال پر کوئی نظر نہیں رکھتا۔ یہ اُس کا خیال بالکل غلط ہے۔ دُنیا اتنی اندھی اور بیوقوف نہیں ہے وہ جانتی ہے کہ اُس نے جو کچھ خرچ کیا بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے خرچ نہیں کیا بلکہ اپنے نفس کے لئے خرچ کیا ہے۔ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ فرماتا ہے کیا ہم نے اُسے آنکھیں نہیں دی تھیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتا تھا کہ مُلک کا کیا حال ہے۔ غریب بھوک سے مر رہے ہیں اور کوئی اُن کا پُرسانِ حال نہیں مگر یہ ایک ایک دن میں سَو سَو دو دو سَو اونٹ محض اپنی شہرت کے لئے ذبح کر دیتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ مَیں نے بڑا کام کیا ہے۔ کیا اُس کی آنکھیں نہیں تھیں کہ وہ مُلک کا حال دیکھ لیتا۔ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ اور اگر اُسے آنکھوں سے اپنے مُلک کا حال نظر نہیں آتا تھا تو کیا اُس کے مُنہ میں زبان نہیں تھی اور کیا یہ لوگوں سے نہیں پوچھ سکتا تھا کہ روپیہ کا صحیح مصرف کیا ہے اور مجھے کہاں کہاں خرچ کرنا چاہیئے۔ وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ پھر کیا ہم نے اُس کی دینی اور دنیوی ترقی کے لئے اُس کی فطرت میں مادہ نہیں رکھ دیا تھا؟ کیا ہم نے اُس کی فطرت میں یہ مادہ نہیں رکھا کہ یہ خدا تعالیٰ کو پانے اور اس کی محبّت پیدا کرنے کی تدابیر اختیار کرنے اور کیا ہم نے اس کی فطرت میں یہ مادہ نہیں رکھا کہ یہ بنی نوع انسان سے حُسنِ سلوک کرے؟ اگر ان تینؔ طریقوں کو اُس نے استعمال نہیں کیا اور اپنے روپیہ کو بغیر اصول کے خرچ کر دیا تو اُس نے روپیہ کو خرچ نہیں کیا بلکہ اُسے تباہ کیا ہے۔ پھر فرماتا ہے فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ باوجود اِس کے کہ اُس کی آنکھیں موجود تھیں جن سے یہ غرباء کا حال دیکھ سکتا تھا، اس کی زبان اور اُس کے ہونٹ سلامت تھے اور یہ لوگوں سے پُوچھ سکتا تھا کہ مجھے تو روپیہ کے صحیح مصرف کا علم نہیں تم ہی بتاؤ کہ یہ روپیہ کس طرح خرچ کروں، اور باوجود اِس کے کہ ہم نے اُس کی فطرت میں نیکی اور حُسنِ سلوک کے مادے رکھ دیئے تھے۔ ہم نے خدا کی محبّت اُس کی فطرت میں رکھ دی تھی اور ہم نے بنی نوع انسان سے حُسنِ سلوک کرنے کا مادہ بھی اُس کی فطرت میں رکھ دیا تھا فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ مگر ان تمام باتوں کے باوجود وہ اُس گھاٹی پر نہیں چڑھا اور چڑھائی پر چڑھنا اُس کے لئے مشکل

ہوگیا جیسے موٹا آدمی پہاڑ کی چوٹی پر نہیں چڑھ سکتا اور راستہ میں ہی تھک کر بیٹھ جاتا ہے یہ بھی گھاٹی کو عبور نہ کر سکا اور نام و نمود پر ہی اپنے روپیہ کو برباد کرتا رہا۔

اس قسم کے بیہودہ اور لغو کاموں پر روپیہ برباد کرنے کی اور بھی کئی مثالیں ہیں مثلاً بعض عیاش اُمراء کنچنیوں کے ناچ پر ہزاروں روپیہ برباد کر دیتے ہیں، بعض کو روپیہ صرف کرنے کا اور کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا تو وہ مشاعرہ کی مجلس منعقد کرکے روپیہ ضائع کر دیتے ہیں، اُن کے پڑوس میں ایک بیوہ عورت ساری رات اپنے بھوکے بچوں کو سینہ سے چمٹائے پڑی رہتی ہے۔ وہ بھوک سے بلبلاتے اور چیختے چلاتے ہیں مگر اُسے اُن یتیم بچوں کو کچھ کھلانے کی توفیق نہیں ملتی اور ہزار ہزار روپیہ مشاعرہ پر برباد کر دیتا ہے محض اس لئے کہ لوگوں میں شہرت ہو کہ فلاں رئیس نے یہ مشاعرہ کرایا ہے۔ فرماتا ہے یہ روپیہ کا خرچ کرنا نہیں بلکہ اُسے ضائع اور برباد کرنا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ تمہیں کچھ معلوم ہے کہ چوٹی پر چڑھنے کا کیا مطلب ہے؟ یعنی ہم نے جو یہ کہا ہے کہ وہ چوٹی پر نہیں چڑھا تو تم نہیں سمجھ سکے ہوگے کہ اس کا مطلب کیا ہے آؤ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ہمارا کیا مطلب ہے۔ فَكُّ رَقَبَةٍ ہمارا مطلب یہ ہے کہ وہ غلام جو بنی نوع انسان کے قبضہ میں ہیں جو اپنے باپوں اور اپنی ماؤں اور اپنے بھائیوں اور اپنی بہنوں سے جُدا ہیں۔ کیا اُس کے دل میں یہ کبھی خیال نہیں آتا کہ وہ اُن کو آزاد کرائے اور انہیں بھی آزادانہ زندگی کی فضا میں سانس لینے دے۔ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ یا بجائے اس کے کہ یہ سَو سَو دو دو سَو اونٹ ایک ایک دن میں ذبح کرتا اور اُمراء کو بُلا کر اُن کی ایک شاندار دعوت کر دیتا کیوں اُس نے ایسا نہ کیا کہ وہ غرباء اور مساکین کو کھانا کھلاتا۔ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ قحط کے دنوں میں جبکہ غرباء کو غلّہ کی شدید تکلیف ہوتی ہے اور اُن میں سے اکثر فاقہ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں یا سردی کے دنوں میں جبکہ غلّہ میں کمی آجاتی ہے۔ اس کا فرض تھا کہ وہ غرباء کی خبر گیری کرتا، بھوکوں کو کھانا کھلاتا، ننگوں کو کپڑے دیتا اور اس طرح اپنے مال کو جائز طور پر صحیح مقام پر خرچ کرتا مگر اس نے ایسا تو نہ کیا اور ایک ایک دن میں سَو سَو دو دو سَو اونٹ ذبح کرکے بڑے بڑے اُمراء کو کھانا کھلا دیا محض اس لئے کہ اُس کی شہرت ہو اور لوگوں میں یہ بات مشہور ہو کہ وہ بڑا مالدار ہے۔ يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ یا یتیموں ہی کو کھانا کھلا دیتا۔ بجائے اس کے کہ دعوتوں پر یہ روپیہ برباد کرتا یا جوئے بازی اور مختلف کھیل تماشوں پر اپنی دولت کو ضائع کرتا۔ اگر اس کے دل میں غرباء کا سچا درد ہوتا، اگر اس کے دل میں یتامیٰ کی خبر گیری کا صحیح احساس ہوتا تو اُسے چاہیئے تھا کہ اپنے روپیہ کو بجائے ضائع کرنے کے يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ قرابت والے یتیم

کو کھانا کھلاتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اپنی قرابت والے یتیم کو وہ کھانا کھلاتا کیونکہ اپنی قرابت دار یتیم کو تو بہت سے بخیل بھی کھانا کھلا دیا کرتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ یتیم دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ یتیم ہوتا ہے جس کا کوئی رشتہ دار موجود نہیں ہوتا۔ اُسے دیکھ کر بعض دفعہ سنگدل سے سنگدل انسان کے دل میں بھی رحم کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ اُسے کھانا کھلا دیتا ہے مگر ایک یتیم ایسا ہوتا ہے جس کے بھائی موجود ہوتے ہیں، جس کی بہنیں موجود ہوتی ہیں، جس کے چچا اور دوسرے رشتہ دار موجود ہوتے ہیں لوگ ایسے یتیموں کی طرف کم توجہ کرتے ہیں۔ اس لئے فرماتا ہے اگر کوئی ایسا یتیم ہو جس کے اپنے رشتہ دار موجود ہوں تب بھی اس کے دل میں اتنا درد ہونا چاہئے تھا کہ وہ اس یتیم کو دیکھ کر سمجھتا کہ یہ یتیم میرا ہے ان کا نہیں۔ باوجود اس کے کہ اس کے اپنے رشتہ دار موجود ہوتے اس کے دل میں یتیم کی اتنی محبت ہوتی کہ وہ سمجھتا کہ میں ہی اس کا نگران اور پرسان حال ہوں وہ اس کے نگران نہیں ہیں۔ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ یا اُس نے کیوں ایسے مسکین کو کھانا نہ کھلایا جو ذَا مَتْرَبَةٍ تھا یعنی اپنی کمزوری اور ضعف کی وجہ سے پروٹسٹ اور احتجاج بھی نہیں کر سکتا تھا کسی کے گھر پر دستک بھی نہیں دے سکتا تھا بلکہ ایسا تھا جیسے مٹی پر گری پڑی چیز ہو۔ دنیا میں بعض ایسے مساکین ہوتے ہیں جو لوگوں کے دروازوں پر پہنچ کر اپنی غربت اور مسکنت کا حال بیان کرتے ہیں اور ان سے امداد کے طالب ہوتے ہیں۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جو دروازوں پر پہنچ کر خوب شور مچاتے اور آخر گھر والوں سے کچھ نہ کچھ لے کر اگلے دروازہ پر جاتے ہیں اور بعض ایسے مسکین ہوتے ہیں جن کو اگر کچھ دیا نہ جائے تو وہ دروازے سے ہلتے ہی نہیں ایسے مساکین کو ضرگدا کہا جاتا ہے۔ پھر کئی ایسے مسکین بھی ہوتے ہیں جو باقاعدہ پروٹسٹ کرتے ہیں، مظاہرے کرتے ہیں اور وفد بنا بنا کر حکومت کے پاس پہنچتے ہیں یا امراء کے پاس جاتے ہیں اور اُن سے امداد کے طالب ہوتے ہیں ایسے مساکین کو تو لوگ پھر بھی کچھ دے ہی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم تو تم سے اس قدر ہمدردی اور محبت کی امید رکھتے تھے کہ وہ مسکین جو مٹی پر گرا پڑا ہے، جو جنگل میں اکیلا بے کس اور بے بس پڑا ہے جس میں مظاہرہ کرنے کی بھی ہمت نہیں، جس میں کسی کے دروازے تک پہنچنے کی بھی طاقت نہیں، نہ وہ ٹریڈ یونین کا ممبر ہے نہ کسی اور ایسی مجلس کا جو اپنے حقوق کے لئے شور مچاتی ہے۔ وہ بیمار، کمزور اور نحیف الگ ایک گوشۂ تنہائی میں پڑا ہوا ہے۔ اس کا دنیا میں کوئی سہارا نہیں۔ معاش کا اس کے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔ وہ بے بس اور بے کس نہایت کس مپرسی کی حالت میں پڑا ہوا ہے اور وہ اپنے اندر اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ کسی کے دروازہ پر چل کر جا سکے تمہارا فرض تھا کہ تم اس سہارے کے محتاج کے پاس جاتے اور اس ناک بہ ذلت پر پڑے ہوئے

مسکین کی خبر گیری کرتے۔ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا پھر یہ شخص اپنی ہمدردی اور اپنی محبت اور اپنے حسنِ سلوک میں اس قدر ترقی کرتا کہ جب وہ یہ سب کچھ کر چکتا تو ہم اس سے یہ امید رکھتے کہ وہ یہ نہ کہتا کہ میں نے فلاں غریب کی پرورش کی۔ میں نے فلاں مسکین کی خبر گیری کی بلکہ وہ خدا کے حضور نہایت عجز اور انکسار کے ساتھ یہ عرض کرتا کہ اے میرے رب میں نے تیرے حکم کو پورا کرنے کی اس قدر کوشش کی ہے مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اس حکم کو صحیح طور پر ادا بھی کیا ہے یا نہیں۔ گویا بجائے احسان جتانے کے تم مومن بنتے اور سمجھتے کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے کسی پر احسان نہیں کیا۔ اپنے مہربان آقا کے ایک حکم کو پورا کیا ہے اور وہ بھی معلوم نہیں کہ ہم نے اس کے عائد کردہ فرض کو صحیح طور پر ادا بھی کیا ہے یا نہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ پھر اس سے بھی ترقی کرکے تم ملک کی مصیبتوں کے اپنے آپ کو ذمہ دار بناتے۔ یہی نہیں کہ خود تو عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے اور غرباء تکالیف میں زندگی گزار دیتے جیسے آجکل کنٹرول کی وجہ سے امراء تو چیزیں لے جاتے ہیں مگر غرباء رہ جاتے ہیں۔ اور پھر یہی نہیں کہ تم قربانی کرکے غرباء کی مدد کرتے بلکہ اس سے بڑھ کر ہم تم سے یہ امید کرتے تھے کہ تم اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو بھی اس راہ پر چلانے کی کوشش کرتے اور تمام کے تمام افرادِ ملک مل کر ملک کی بہتری کی کوشش کرتے اور ایک دوسرے کو سہارا دیتے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ ہم یہ چاہتے تھے کہ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ یعنی سب نیکیاں کرکے پھر بھی سمجھتے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اور ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہتے کہ اور زیادہ غریبوں اور کمزوروں پر رحم کرو اور ان سے محبت کرو اور یہ نصیحت مرتے دم تک جاری رہتی۔

یہ اسلام کے بالکل ابتدائی زمانہ کی تعلیم ہے جب قرآن کریم کے نزول کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا۔ جب تفصیلی احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی نازل نہیں ہوئے تھے اور جب مکہ والے بھی ابھی اسلام سے پورے طور پر واقف نہیں ہوئے تھے۔ سر میور کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ وہ ابتدائی خیالات ہیں جن سے متاثر ہو کر آپ نے نعوذ باللہ نبوت کا دعویٰ کیا اور ہمارے نزدیک یہ وہ ابتدائی الہامات ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِقْرَأْ کا حکم ہوا تھا کہ جاؤ اور لوگوں کو ان کا قائل بناؤ۔ بہرحال اسلام کی بنیاد کے وقت کی یہ تعلیم صاف طور پر بتا رہی ہے کہ اسلام نے شروع میں ہی کہہ دیا تھا کہ جہاں اسلام فرد کی آزادی اور اس کی شخصی ترقی کے لئے جدوجہد کو جاری رکھتا ہے وہاں وہ اس امر کی بھی اجازت نہیں دے سکتا کہ کچھ لوگ تو عیش و آرام کی زندگی بسر کریں اور کچھ لوگ تکلیف اور دکھ کی زندگی بسر کریں ۔

# ذوقِ نمو

(جناب نسیم سیفی - ربوہ)

ذرّہ ذرّہ سے عیاں ہے حسن کا ذوقِ نمو  بڑھ گیا اپنی حدوں سے یہ جہانِ رنگ و بُو
اپنی ہر اک بات کو ہم نے چھپایا زیرِ لب  تیری ہر اک بات کا چرچا کیا ہے کُو بکُو
جان کی بازی لگا دیتے ہیں ہر اک بات پر  ایک کر دیتے ہیں ہم اپنا پسینہ اور لہُو
اپنی عادت سے بہر انداز ہم مجبور ہیں  تجھ کو پا کر بھی ہے تیری چشم و دل کی جستجو
نعرۂ مستانۂ منصور ہے تاجِ شہید  دار پر کھنچنے سے ہوتی ہے محبت سرخرُو
ہم تو رسوا کر چکے ہیں جرأتِ اظہار کو  اب ہے تیرے ہاتھ حرفِ مدّعا کی آبرُو
دم بخود ہیں خُوبرویانِ جہانِ آب و گل  جھانکتا ہے منتہائے عرش سے اک خُوبرُو
تُو سمجھتا ہے ہمارا ظرف ہے موسیٰ سے کم  ہم کو ضد ہے تُو کبھی تو ہو ہمارے رُوبرُو

کچھ تو ہو جاتے ہیں از خود مندمل لیکن نسیم
زخم کچھ ایسے بھی ہیں جو ہو نہیں سکتے رفُو

النساء ع ۱۵

# البیان

## قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ

اے مومنو! جب تم ملک میں (فوجی نقل و حرکت کے طور پر) اِدھر اُدھر سفر پر جاؤ اور تم کو خطرہ ہو کر تمہارے

تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ

دشمن کافر حملہ کر کے تم کو فتنہ و فساد سے دوچار کر دیں گے تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز کو قصر کرو

كَفَرُوْا ؕ إِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ○

یہ کافر تمہارے کھلے کھلے دشمن ہیں۔

وَإِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ

اے رسول! اگر تو ان مومنوں میں موجود ہو اور ان کو باجماعت نماز پڑھائے (یعنی حالات کے لحاظ سے

تفسیر: سورۂ نساء کے اس رکوع (ع ۱۵) میں صرف چار آیات ہیں۔ ان آیات پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوّلین مسلمانوں پر کیسے کیسے ہولناک اور پریشان کن حالات آتے رہے ہیں۔ انہیں امن سے عبادت بجا لانے کے مواقع بھی نہ ملتے تھے۔

ان آیات میں ایک تو صلاۃِ خوف کا بیان ہے اور ایک صلاۃِ اطمینان کا ذکر ہے۔ صلاۃِ اطمینان کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ پوری تعداد رکعات میں اور سنوار کر پورے شرائط سے ادا کی جایا کرے۔ وقت مقررہ پر اسے پڑھا جایا کرے کیونکہ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ ہر نماز کے لئے شریعت نے وقت مقرر کر دیا ہے اسے اسکا

طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ قف فَاِذَا

ایسا ممکن ہو) تو چاہیئے کہ مومنوں کا ایک گروہ (پہلے) آپ کے ساتھ (نماز کے لئے) کھڑا ہو۔ وہ لوگ اپنے ہتھیار

سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ص وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ

لگائے رکھیں۔ جب وہ (آپکی امامت میں) سجدہ کرلیں (ایک رکعت پڑھ لیں) تو وہ (حفاظت کے لئے) تمہارے پیچھے یا آگے (حسب موقع)

اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا

کھڑے ہو جائیں اور لشکر کا دوسرا حصہ جنہوں نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی وہ آ جائیں اور آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائیں۔

حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ج وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ

وہ پوری طرح چوکس رہیں اور ہتھیار اٹھائے رکھیں۔ تمہارے دشمن کافر چاہتے ہیں کہ کاش تم

تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ

لوگ اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر یک دفعہ بھرپور

وقت پر ادا کرنا لازمی ہے۔

صلوٰۃ خوف کی ایک صورت کو رکوع کی ابتدائی آیات میں وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ یہ صورت اس وقت کے لئے ہے جبکہ اسلامی فوجوں کو دشمنوں سے مڈبھیڑ کا پورا خطرہ لاحق ہو اگرچہ عملاً جنگ نہ ہو رہی ہو مگر امکان جنگ کی وجہ سے دشمن کے ناگہانی حملوں کا خدشہ ہو۔ اس صورت حال میں جس طرح عبادت بجا لانی چاہیئے اس کا بیان اللہ تعالیٰ نے اس رکوع کی پہلی اور دوسری آیت میں وضاحت سے فرمایا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ فتنہ اور خوف کی حالت میں نماز اس طرح قصر کی جائیگی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (یا جو بھی اس وقت آپ کا نمائندہ ہو) ایک حصہ لشکر کو پہلے ایک رکعت پڑھا دینگے اس اثناء میں دوسرا حصہ دشمن کے متوقع حملہ کے دفاع کے لئے پوری طرح مستعد رہیگا ہاں نماز پڑھنے والے فوجی بھی عام حالات میں مسلح ہی رہیں گے۔ جب یہ پہلا حصہ ایک رکعت پڑھ لیگا تو دوسری رکعت خود جلد جلد اسی جگہ یا اپنے فوجی محاذ پر جا کر پڑھ لیگا۔ اس دوران لشکر کا دوسرا حصہ مسلح طور پر نماز کے لئے آ جائیگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم (یا آپ کے نمائندہ) کے پیچھے دوسری رکعت باجماعت

عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ

حملہ کردیں (اسلئے ہتھیار بند رہنے اور چوکس ہونے کی ضرورت ہے) ہاں اگر

بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا

بارش کی وجہ سے ہتھیار لگانے میں تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو تم پر حرج نہیں کہ اپنے

اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ

ہتھیار اُتار دو۔ البتہ پوری چوکسی اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ

رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔ جب تم نماز کو مکمل طور پر (یعنی بقیہ ایک ایک رکعت

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ

علیحدہ طور پر پڑھ کر) پورا کرلو تو پھر بھی کھڑے، بیٹھے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے (ہر حالت میں) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو۔

نماز ادا کریگا اور پہلی رکعت از خود پورا کرلیگا۔ جب یہ دوسرا حصہ نماز پڑھ رہا ہوگا اُس وقت پہلا حصہ پوری حفاظت کی ذمہ داری ادا کر رہا ہوگا۔ یہ اس شکل کا خلاصہ ہے جو ان آیات میں بیان ہوئی ہے۔ اسکی اور بھی کئی صورتیں ممکن ہیں کیونکہ دشمن کے خطرہ اور دیگر حالات بدلتی رہتی ہے صلوٰۃ خوف کیلئے قرآن مجید کی یہ **اصولی ہدایت** ہے۔

**پہلی آیت** میں لفظ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ کے معنے زمین میں سفر کرنا، ملک میں گھومنے پھرنے کے ہیں لیکن آگے اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کی شرط لگا کر اس چلنے پھرنے کو حالتِ خوف سے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اس جگہ مطلق سفر کا حکم بیان نہیں ہوا بلکہ جنگی خطرات کی حالت میں سفر کی نماز کا حکم مذکور ہے اور وہ بھی خاص طور پر مسلح فوجیوں کے سفر کا واللہ اعلم بالصواب۔ آیت کے لفظ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ سے بعض مفسرین نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ اس جگہ مذکورہ قصر الصلوٰۃ واجب نہیں صرف اجازت ہے وعلیہ الشافعی (جلالین) مگر آیت کے سیاق و سباق پر غور کرنے سے یہ خیال درست ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ عدم جناح کا ذکر طواف صفا و مروہ میں عدم جناح کے ذکر کی طرح ہے یعنی یہ حکم وجوب کے لئے ہے۔

فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ

اور پھر جب (یہ حالتِ خوف جاتی رہے اور) تمہیں اطمینان حاصل ہو جائے تو نماز کو پوری رکعتوں اور کامل شرائط کے ساتھ

كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ وَلَا تَهِنُوْا

ادا کرو۔ یقیناً نماز مومنوں پر بروقت ادا کئے جانے والے فریضہ کے طور پر مقرر ہوئی ہے۔ (دشمنوں کا تعاقب کرتے ہوئے)

فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ

ان کی تلاش میں کسی قسم کی کمزوری نہ دکھاؤ۔ اگر تم دُکھ اُٹھاتے ہو تو وہ بھی تمہاری طرح

يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا

دُکھ اٹھاتے ہیں۔ البتہ تم اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل و اجر کے امیدوار ہو سکتے ہو (جس کی) انہیں

ع ۱۵ ۱۲ يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

(کافروں کو) امید نہیں ہے۔　　　اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

قصر الصلوٰۃ کے لغوی معنے یہ ہیں: ترکَ منھا قسماً کہ نماز کا کوئی حصہ چھوڑ دیا جائے (المنجد) پس قصر الصلوٰۃ کی مندرجہ ذیل چار صورتیں ممکن ہیں۔ اوّل تعداد رکعات کم ہو جائے۔ دوم نماز کو الگ الگ وقت پر ادا کرنے کی پابندی کم ہو جائے یعنی جمع بین الصلاتین کی صورت ہو۔ سوم لمبی قراءت کی بجائے قراءت مختصر کر دی جائے۔ چہارم زیادہ اطمینان سے لمبا وقت لگا کر پڑھنے کی بجائے جلد جلد تھوڑے سے وقت میں پڑھ لی جائے۔ میرے نزدیک زیر تفسیر آیات میں رکعات کی کمی بھی مراد ہے۔ جمع کرنے کی اجازت بھی مذکور ہے۔ مختصر قراءت اور جلد جلد پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ "چونکہ نماز کو سنوار کر ادا کرنے کا حکم ہے اس لئے اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ دشمن تم پر حملہ کر دیگا تو بیشک جلدی جلدی نماز پڑھ لیا کرو۔ جلدی پڑھنے سے تمہاری نماز ضائع نہیں ہوگی۔" (تفسیر صغیر)

یاد رہے کہ جب ان قصر الصلوٰۃ کے حکم کو اِنْ خِفْتُمْ کی شرط سے مشروط کر دیا جائے تو یہاں پر مراد صرف صلوٰۃ خوف والا قصر ہی مراد ہوگا عام سفر میں قصر نماز کا حکم یا اجازت ایک استنباطی بات ہوگی یا اسے سنت سے ثابت قرار دیا جائے گا جو آیت قرآنی کے مطابق واجب الاتباع ہے۔ (باقی بر صفحہ ۳۴)

# اشاعتِ اسلام کی عالمگیر مہم (۱۵)

## جماعتِ احمدیہ کی مساعی کا تذکرہ

## دو اہم شہادتیں!

(محترم ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب پی۔ایچ۔ڈی)

(۱) سوئٹزرلینڈ کا مشہور روزنامہ (BERNER TAGBLATT) اپنی ۱۱ر جون ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں جماعت احمدیہ کے متعلق لکھتا ہے:-

"——اس دوران میں یہ جماعت دنیا کے اور بہت سے حصوں میں بھی پھیل گئی ہے۔ جہاں تک یورپ کا تعلق ہے لنڈن، ہمبرگ، فرانکفرٹ، میڈرڈ، زیورک اور سٹاک ہالم میں اب اس جماعت کے باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہیں۔ امریکہ کے شہروں میں سے واشنگٹن، لاس اینجلز، نیویارک، پٹسبرگ اور شکاگو میں بھی اس کی شاخیں موجود ہیں۔ اس سے آگے گرینیڈا، ٹرینیڈاڈ اور ڈچ گی آنا میں بھی یہ لوگ مصروفِ کار ہیں۔ افریقی ممالک میں سے سیرالیون، گھانا، نائیجیریا، لائبیریا اور مشرقی افریقہ میں بھی ان کی خاصی جمعیت ہے۔ مشرق وسطیٰ اور ایشیا میں سے مسقط، دمشق، بیروت، ماریشس، برطانوی شمالی بورنیو، کولمبو، رنگون، سنگاپور اور انڈونیشیا میں ان کے تبلیغی مشن کام کر رہے ہیں۔

دوسری عالمگیر جنگ سے قبل ہی قرآن کا دنیا کی سات مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ چنانچہ اب تک ڈچ، جرمن اور انگریزی میں پورے قرآن مجید کے تراجم عربی متن کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ اسی طرح عنقریب روسی ترجمہ بھی منظرِ عام پر آنے والا ہے۔

اس جماعت کا نصب العین بہت بلند ہے یعنی یہ کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام بنی نوعِ انسان کو ایک ہی مذہب کا پابند بنا کر انہیں باہم متحد کر دیا جائے گا۔ وہ مذہب احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے۔ اس کے ذریعے یہ لوگ پوری انسانیت کو اسلامی اخوّت کے رشتے میں منسلک کر کے دنیا میں حقیقی اور پائیدار امن

قائم کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں توقع ہے کہ بالآخر تمام بنی نوع انسان اسلام کی آغوش میں آکر مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ جماعت خود اور اس کا اپنے مولد و مسکن سے نکل کر پوری دنیا پر اس قدر مضبوطی سے پھیل جانا نوعِ انسان کی روحانی تاریخ کے عجیب و غریب واقعات میں سے ایک عجیب و غریب واقعہ اور نشان ہے۔"

(۲) انگلستان کے ایک نہایت موقر جریدہ "ایسٹرن ورلڈ" میں مشہور یوگوسلاوی فاضل سٹینکو۔ ایم۔ ووجیکا (Stanko-M-Vujika) کا ایک مبسوط مقالہ شائع ہوا ہے۔ پروفیسر سٹینکو یوگوسلاویہ کے علاقہ بوسنیا میں پیدا ہوئے تھے انہوں نے وی آنا اور آفسبرگ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پائی۔ ۱۹۴۷ء سے وہ امریکہ کی ریاست پنسلوانیہ میں ولکز کالج (Wilkes College) میں شعبۂ فلسفہ و مذہب کے صدر ہیں۔ ۶۱-۱۹۶۰ء میں وہ مذاہب عالم کے تقابلی مطالعہ اور موازنہ کی غرض سے "فلبرائٹ ریسرچ سکالر" کی حیثیت سے پاکستان آئے تھے۔ امریکی یونیورسٹی کے اس یوگوسلاوی پروفیسر نے امریکہ واپس جا کر ایک مبسوط مقالہ لکھا جس کا عنوان ہے "The Ahmadiyya Movement in Islam" جو کہ "ایسٹرن ورلڈ" کے شمارہ بابت دسمبر ۱۹۶۱ء میں صفحات ۱۶ تا ۲۰ پر شائع ہوا۔ اِن انگریزی مقالہ کے بعض ضروری حصوں کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔ پروفیسر سٹینکو رقمطراز ہیں:۔

"۔۔۔ قادیان گروپ کو آج بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تقسیم برصغیر کے بعد سے ربوہ اس گروپ کا (ثانوی) مرکز ہے جو مغربی پاکستان میں واقع ہے۔ اس گروپ کی قیادت ۱۹۱۴ء سے بانی سلسلہ احمدیہ کے فرزند مرزا بشیر الدین (محمود احمد) کے ہاتھ میں ہے۔ بالعموم آپ کے پیرو آپ کو احتراماً "حضرت صاحب" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ ہمیشہ ہی سے ایک اولوالعزم لیڈر اور زرخیز دماغ مصنف واقع ہوئے ہیں اور اپنے والد کی طرح آپ کو بھی دعویٰ ہے کہ آپ تعلق باللہ کے ایک خاص مقام پر فائز ہیں۔ مثال کے طور پر آپ نے ایک جگہ اپنے متعلق ذیل کی عبارت لکھی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہے سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو میرے ذریعہ سے دنیا بھر میں پھیلا دیا۔۔۔۔ اور بیسیوں موقع پر اپنے تازہ کلام سے مجھے مشرف فرمایا۔۔۔۔ دنیا کا کوئی علم نہیں جو اسلام کے خلاف آواز اُٹھاتا ہو اور اس کا جواب خدا تعالیٰ نے مجھے قرآن کریم سے ہی نہ سمجھا دیتا ہو۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی)

"..... ربوہ میں سب سے زیادہ سرگرمی کا مظاہرہ بیرونی مشنوں کو کنٹرول کرنے والے دفتر (وکالت تبشیر) میں دیکھنے میں آتا ہے احمدیوں نے اپنے آپکو اسلام کے پیغام کو دنیا بھر میں پھیلانے کے مقصد کے لئے دل وجان کے ساتھ وقف کر رکھا ہے۔ اسلام کی اشاعت کو وہ ہر مسلمان کا بنیادی فرض تصور کرتے ہیں۔ ربوہ میں باقاعدہ ایک مشنری کالج (جامعہ احمدیہ) ہے جو بیرونی ممالک کے لئے مبلغین تیار کرتا ہے اور اسی طرح بیرونی ممالک سے آنے والے نومسلموں کو اسلامی علوم سے بہرہ ور کرتا ہے۔ بیرونی مشنوں کو کنٹرول کرنے والا دفتر نشر و اشاعت کے میدان میں بھی انتہائی طور پر سرگرم واقع ہوا ہے۔ انگریزی ماہنامہ "دی ریویو آف ریلیجنز" کے علاوہ جسے اس کے باقاعدہ اور مستقل آرگن کی حیثیت حاصل ہے یہ اس قدر کثیر تعداد میں کتابیں، چھوٹے چھوٹے رسالے اور پمفلٹ شائع کرتا ہے کہ جنہیں دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ یہ تمام لٹریچر اسلامی دنیا اور غیر اسلامی دنیا دونوں کے نقطۂ نظر سے شائع کیا جاتا ہے اور مقصد اس کی اشاعت سے یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو احمدیت کا حلقہ بگوش بنایا جائے۔

احمدیوں کا یہ مطمح نظر کہ وہ مغرب کی عیسائی دنیا کو اپنے مخصوص اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر ہی دم لیں گے بظاہر ایک یوٹوپیا سی بڑ نظر آتا ہے مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی تنظیم جس کا مرکز پاکستان میں ہے اور جو اپنے محدود وسائل سے کام لیکر مغرب کے متمول اور ذی ثروت ممالک میں تبلیغ اسلام کی انتہائی گراں بار ذمہ واری کو نبھانے میں کوشاں ہے اس کی اس قسم کی توقعات بظاہر مایوس کن دکھائی دیتی ہیں۔ بایں ہمہ یہ اس زبردست یقین اور جذبہ و جوش کی آئینہ دار ضرور ہیں جس سے یہ لوگ مالا مال ہیں۔ اس مقصد کے حصول میں ابھی انہیں ایک معتدل حد تک کامیابی ہوئی ہے اور وہ یہ کہ دنیا کے مختلف حصوں میں ان کے تبلیغی مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ امریکہ کے علاوہ یورپ میں بھی انگلستان، فرانس، اٹلی، سپین، ہالینڈ، جرمنی، ناروے اور سویڈن میں ان کے باقاعدہ مشن ہیں۔ جنوبی امریکہ کے ممالک میں سے یہ لوگ ٹرینیڈاڈ، برازیل اور کاسٹاریکا میں موجود ہیں۔ اسی طرح ایشیائی ممالک میں سے سیلون، برما، فلپائن، انڈونیشیا، ایران، عراق اور شام میں بھی ان کے مبلغ مصروف کار ہیں۔ افریقی ممالک میں سے مصر، زنجبار، نٹال، سیرالیون، گھانا، نائیجیریا، مراکش اور ماریشس میں بھی ان کی جماعتیں قائم ہیں۔

سیرالیون کی نئی جمہوریہ مغربی افریقہ میں احمدیہ تحریک کے لئے ایک منتخب نقطہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اپنے پاکستانی مرکز کی رہنمائی میں اس تحریک نے اس چھوٹی سی مملکت کے اندر خاصا اثر و نفوذ حاصل کر لیا ہے۔

احمدیت اپنے آپکو زمانۂ جدید کی ایک اسلامی تحریک کے طور پر پیش کرتی ہے اور اس امر کی دعویدار ہے کہ وہ دنیا کے ہر حصہ میں نبرد آزما ہوتے ہوئے اسلام کے ایک نئے علمبردار کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ فیصلہ کرنا کہ اب تک اس تحریک میں کتنے لوگ داخل ہو چکے ہیں مشکل ہے تاہم احمدیوں کے اپنے اندازہ کے مطابق پاکستان اور ہندوستان میں ہی ان کی تعداد پانچ لاکھ سے زیادہ ہے۔

پاکستان میں میں نے اس جماعت میں بیسیوں اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ذہین لوگ دیکھے۔ اسی طرح کامیاب تاجروں کی ایک خاصی تعداد بھی مجھے ان میں نظر آئی۔ ...ان کی طاقت کا راز یہ حقیقت ہے کہ یہ لوگ ایک نہایت ہی گٹھی ہوئی منظم و مربوط جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان میں عزم و ارادہ، للّٰہیت اور یقین کا ایک غیر معمولی جذبہ پایا جاتا ہے۔ اس بارہ میں کم از کم میرا ذاتی تجربہ یہی ہے۔ ایک دن پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں مجھے احمدیت سے متعلق ایک کتاب تلاش کرنے میں دقت پیش آ رہی تھی وہاں اُسوقت دس یا پندرہ طالبعلم بھی تھے لائبریرین سے میری گفتگو شاید اُن کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ اُن میں سے تین طالبعلم یکدم آگے بڑھے اور میری مدد کے لئے میرے پاس آن موجود ہوئے۔ ان سے پتہ چلا کہ وہ احمدی ہیں انہوں نے بلا توقف میرا رابطہ اپنے بعض ایسے آدمیوں سے قائم کروا دیا جنہیں میں نے اپنی مدد کے لئے حد سے زیادہ مستعد پایا۔ مجھے جو کچھ درکار تھا وہ مہیا کرنے کے لئے تیار رہتے۔ ہوٹلوں میں، ریلوے سٹیشنوں پر حتی کہ کرکٹ کے میدانوں میں بھی، الغرض جہاں کہیں میں گیا کوئی نہ کوئی احمدی مجھے ملتا رہا۔ مذہبی یکجہتی اور یکرنگی کا یہ جذبہ ہی ہے جو احمدیوں کو مسلم سوسائٹیوں میں نمایاں کر دیتا ہے وہ یقیناً اپنی تعداد کی نسبت سے کہیں بڑھ کر اثر پیدا کر دکھاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ایک مذہبی فرقے کے لئے بلحاظ تعداد اسکے افراد کا کم ہونا یا اسکے معتقدات کی مخصوص نوعیت جو دوسروں کے لئے پورے طور پر قابل فہم نہ ہو نقصان کا موجب نہیں ہوا کرتی۔ ایسے فرقے صدیوں تک زمانے کے حالات سے نبرد آزما رہنے کے انداز سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ مذاہب کی تاریخ ایسے چھوٹے چھوٹے فرقوں کی مثالوں سے بھری ہوئی ہے جنہوں نے زمانے کے اُتار چڑھاؤ اور اکثریت کے دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی ہستی کو برقرار رکھا۔ اِس بات کا امکان ہے کہ احمدیت بھی مستقبل میں اسی طرح نمایاں طور پر پھلے پھولے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ اسلامی دنیا مغرب کی لادینی ثقافت کے زیر اثر اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہے احمدیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کی تحریک اسلام کو اِس طور سے پیش کرتی ہے جو دنیائے جدید کے تقاضوں کے عین مطابق ہے پھر وہ اسلام کی آخری فتح کے بارہ میں نہایت درجہ پُر اعتماد ہیں۔ ایسی صورت میں احمدیت ان نئی نسلوں کے لئے دلکش اور جاذب نظر ثابت ہو سکتی ہے جو اصلاح حال کے پیش نظر نئے انداز فکر کی تلاش میں سرگرداں ہیں"۔ (بشکریہ مجلہ انصار اللہ)

# اسلامی نماز اور اس کا فلسفہ

(مکرم جناب مولانا عبدالمالک خان صاحب مربی سلسلہ)

## انسان کی پیدائش کی غرض

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ یعنی میں نے جن و انس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری پرستش کریں۔ اس آیت کریمہ کی رُو سے انسان کی پیدائش کا اصل مدعا خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کی پرستش ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اپنی زندگی کا مدعا اپنے اختیار سے آپ مقرر کرے کیونکہ انسان نہ اپنی مرضی سے آتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے واپس جائے گا بلکہ وہ ایک مخلوق ہے اور جس نے پیدا کیا ہے اور تمام حیوانات کی نسبت اسے اعلیٰ قویٰ عنایت کئے ہیں اسی نے اس کی زندگی کا مدعا ٹھہرا رکھا ہے۔ خواہ انسان اس کو سمجھے یا نہ سمجھے مگر انسان کی پیدائش کا مدعا بلاشبہ خدا کی پرستش ہے۔

انسان دُنیا میں ہزاروں شغلوں کو اختیار کرکے پھر بھی بجز خدا تعالیٰ سے تعلق کے اپنی سچی خوشحالی کسی میں نہیں پاتا۔ بڑا دولتمند ہو کر، بڑا عہدہ پاکر، بڑا تاجر بن کر، بڑی بادشاہی تک پہنچ کر بڑا فلاسفر کہلا کر آخر اس دُنیا سے بڑی حسرتوں کے ساتھ جاتا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ایک دانا انسان اس مسئلہ کو اس طرح سمجھ سکتا ہے کہ جس چیز کے قویٰ ایک اعلیٰ سے اعلیٰ کام کر سکتے ہیں اور پھر آگے جا کر ٹھہر جاتے ہیں وہی اعلیٰ کام اس کی پیدائش کی علت سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً بیل کا کام اعلیٰ سے اعلیٰ قلبہ رانی آبپاشی یا باربرداری ہے اس سے زیادہ اس کی قوتوں میں کچھ ثابت نہیں ہوا سو بیل کی زندگی کا مدعا یہی تین چیزیں ہیں اس سے زیادہ کوئی قوت اس میں پائی نہیں جاتی مگر جب ہم انسان کی قوتوں کو ٹٹولتے ہیں کہ ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ کون سی قوت ہے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدائے اعلیٰ و برتر کی اس میں تلاش پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ چاہتا ہے کہ خدا کی

محبت میں ایسا گداز اور محو ہو کہ اس کا اپنا کچھ نہ رہے سب خدا کا ہو جائے۔ وہ کھانے اور سونے وغیرہ طبعی امور میں دوسرے حیوانات کو اپنا شریک غالب رکھتا ہے صنعت کاری میں بعض حیوانات اس سے بہت بڑھے ہوئے ہیں بلکہ شہد کی مکھیاں بھی ہر ایک پھول کا عطر نکال کر ایسا شہد نفیس پیدا کرتی ہیں کہ اب تک اس صنعت میں انسان کو کامیابی نہیں ہوئی۔ پس ظاہر ہے کہ انسان کا اعلیٰ کمال خدا تعالےٰ کا وصال ہے۔ لہذا اس کی زندگی کا اصل مدعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف اس کے دل کی کھڑکی کھلے۔"

## عبودیّت کا اقرار اور حکم

انسان کی پیدائش کا مقصد چونکہ عبادت الہٰی تھا اس لئے سب سے پہلا اقرار قرآن کریم میں اس سے یہ کرایا گیا اِیَّاکَ نَعۡبُدُ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور سب سے پہلا حکم بھی یَااَیُّھَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمۡ کہہ کر یہی دیا کہ اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو۔

## عبادت کی حقیقت

اس اقرار اور حکم سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عبادت کا مسئلہ دو وجودوں کو چاہتا ہے۔ ایک عابد دوسرا معبود۔ میرا مضمون معبود کی ہستی کا ثبوت دینا نہیں بلکہ دوسرے حصہ سے تعلق رکھتا ہے کہ عابد کے لئے مذاہب عالم میں بہترین طریق عبادت کون سا ہے جسے اُسے اختیار کرنا چاہیئے۔

عبادت عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مصدر عبدٌ ہے اور عبدٌ ایک قسم کی طیّبہ نبات ہے جسے اونٹ کھاتے ہیں اور جس کی تاثیر گرم ہوتی ہے اس کے کھانے سے پیاس لگتی ہے مگر اونٹ کو فربہ کر دیتی ہے۔ اس کے کھانے سے اونٹنی کا دُودھ بھی بڑھ جاتا ہے۔ لفظ عبد کے اس مفہوم کو مدّنظر رکھا جائے تو عبادت سے مراد وہ اعمال ہوں گے جن کے بجا لانے میں کسی قدر گو مشقت ہو لیکن انجام کار تعلق باللہ اور روحانی توانائی ہو۔ اسی طرح عربی زبان میں عبید سدھائے ہوئے گھوڑے کو بھی کہتے ہیں اور عبد غلام کو بھی کہتے ہیں۔ اس مفہوم کے پیش نظر عبادت ان اعمال کی بجا آوری کا نام ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے اصلاح نفس کے لئے مقرر کیا ہو اور جن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پیدا ہو۔ اسی طرح عربی زبان میں طریقٌ معبّدٌ ایسے راستے کو کہتے ہیں جو لوگوں کے مسلسل چلنے سے ایسا ہو جائے کہ چلنے والے کے نقش پا اس پر ثبت ہو جائیں۔ اس مفہوم کے ماتحت عبادت سے مراد ان اعمال کا بجا لانا ہوگا جن کے نتیجہ میں عابد معبود کے نقش قبول کرے۔ فرمایا:-

صِبۡغَۃَ اللّٰہِ وَمَنۡ اَحۡسَنُ
مِنَ اللّٰہِ صِبۡغَۃً وَّ نَحۡنُ لَہٗ

عَابِدُوْنَ ○

یعنی اے مسلمانو! تم لوگوں کو یہ بتاؤ کہ ہم تو اللہ کا رنگ اختیار کریں گے اور اللہ کے رنگ سے بہتر کونسا رنگ ہو سکتا ہے۔ اسی لئے ہم اُسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔ یعنی اس کے رنگ میں رنگین ہونے کی سعی کرنے والے ہیں پس اسلامی تعلیم کی رُو سے عبادت کی اصل حقیقت یہ ہے کہ انسان محنت کر کے خدا تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری اختیار کرے یہاں تک کہ وہ خدا کی صفات کا مظہر بن جائے۔

## خدا کا رنگ کیا ہے؟

عبادت کی جب یہ حقیقت ٹھہری کہ انسان خدا کی صفات کو بطور ظِلّ کے اپنائے اور الٰہی رنگ میں رنگین ہو تو دیکھنے والی بات یہ ہے کہ خدا کا رنگ کیا ہے؟ کیونکہ جب تک ہمیں اس بات کا علم نہ ہو ہم عبادت کے مختلف طریقوں کی پڑتال نہیں کر سکتے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اس نے قرآن کے آغاز میں ہی اپنی ذات کو اور ان صفات کو جو اُمّ الصفات کہلاتی ہیں پیش کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ
یَوْمِ الدِّیْنِ ○

آیتِ مبارکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں اس ذاتِ معبودِ برحق نے اپنا یوں تعارف کرایا ہے کہ اس کا ذاتی نام اللہ ہے یعنی مستجمع صفاتِ کاملہ اور تمام رذائل سے منزّہ۔ وہ واحد لاشریک لہٗ اور مبداءِ جمیع فیوض ہے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک قرآن مجید میں اپنے نام اللہ کو تمام دوسرے اسماء اور صفات کا موصوف ٹھہرایا ہے اور کسی جگہ کسی دوسرے اسم کو یہ مرتبہ نہیں دیا۔

## صفاتِ الٰہیہ کا ثبوت

### صفتِ ربّ العالمین کا ثبوت

اپنی ذاتِ عالی برکات کے تعارف کی تکمیل کے لئے اپنا ذاتی نام اللہ بتا کر اپنی چار عظیم الشان صفات کا ذکر فرمایا یعنی یہ کہ اسلام کا معبود اللہ ربّ العالمین ہے، رحمٰن ہے، رحیم ہے اور مالکِ یوم الدّین ہے۔ نظامِ عالَم پر جب ہم نگاہ کرتے ہیں تو تمام کائنات مجموعی طور پر اور اس کی تمام اشیاء انفرادی طور پر بھی خدا کی ان چاروں صفات کو ظاہر کر رہی ہیں جو اس بات کا قطعی اور بیّن ثبوت ہے کہ اللہ کی ذات ان صفات سے متّصف ہے۔ چنانچہ صفتِ ربّ العالمین جو خدا تعالیٰ کا فیضِ اعم ہے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بلا امتیاز ذی رُوح و غیر ذی رُوح، افلاک سے لے کر خاک تک، تمام چیزوں پر علی الاتصال جاری ہے۔ ہر ایک چیز کا عدم سے صورتِ وجود پکڑنا اور پھر وجود کا حدِ کمال تک پہنچنا اسی فیضان کے ذریعہ ہے اور کوئی چیز جاندار ہو یا بے جان

اس سے باہر نہیں رہی۔ یہی فیضان تمام کائنات کی جان ہے۔ اگر یہ فیضان ایک لمحہ بھی منقطع ہو جائے تو تمام عالم نابود ہو جائے اور اگر یہ فیضان نہ ہوتا تو مخلوقات میں سے کچھ بھی نہ ہوتا۔ اس فیضان کا نام ربوبیت ہے اور اس کی وجہ سے خدا کا نام رب العالمین ہے جیسا کہ دوسری جگہ بھی فرمایا وَھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ یعنی خدا ہر چیز کا رب ہے اور کوئی چیز عالم کی چیزوں میں سے اسکی ربوبیت سے باہر نہیں۔ پھر قرآن کریم نے ایک اور جسمانی ثبوت صفت رب العالمین کا یہ بیان کیا:۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ
الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ
بِنَآءً وَّ صَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ
صُوَرَکُمْ وَرَزَقَکُمْ مِّنَ
الطَّیِّبٰتِ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ
فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○

(مومن ع)

یعنی زمین اور آسمان اور انسان اور اسکی طاقتیں، ترقی کی قابلیتیں جن سے وہ زمین و آسمان پر حکومت کرتا ہے جو رب العالمین پر شاہد ہیں اور اغذیہ وغیرہ جو ان طاقتوں کو قائم رکھتی ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کے رب العالمین ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسان کے لئے قرار کی جگہ بنایا ہے اور آسمان بھی تمہاری حفاظت کا موجب ہے۔ جو چیز زمین کے ذریعہ پوری نہیں ہو سکتی وہ آسمان کے ذریعہ پوری کی جاتی ہے کیونکہ استمرار بنا کا موجب ہے۔ پھر اس نے تمہیں شکل دی اور بڑی اعلیٰ درجہ کی اور مکمل قابلیتوں والی۔ اور قابلیتوں کو تباہی سے بچانے کے لئے اعلیٰ چیزیں عطا کیں۔ پس اے لوگو! یہ رب العالمین ہے۔ اگر وہ رب العالمین نہ ہوتا اور سورج کوئی اور پیدا کرتا اور زمین کوئی اور پیدا کرتا تو سورج اور زمین کا آپس میں کوئی تعلق نہ ہوتا مگر اب دیکھو سورج زمین کی حفاظت کر رہا ہے اور زمین سورج کی۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ایک ہی خدا ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا اور وہی رب العالمین ہے۔ روحانی ثبوت رب العالمین کا یہ بیان فرمایا وَاِنَّہٗ لَتَنْزِیْلُ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی یہ قرآن کسی ایک قوم کی طرف نہیں آیا کیونکہ اسے خدا تعالیٰ کی صفت رب العالمین کے ماتحت نازل کیا گیا ہے اور تمام دنیا اس کی مخاطب ہے اور تمام اذہان کا خیال رکھ کر اس میں تعلیم نازل کی گئی ہے اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ وہ خدا رب العالمین ہے۔ اگر وہ رب العالمین نہ ہوتا تو سب جہانوں کی فکر نہ کرتا۔

## صفت رحمانیت کا ثبوت

دوسری صفت رحمٰن ہونا بیان کیا تھا، اس کے ثبوت میں فرمایا:۔

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اسْجُدُوْا

لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ
أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَ
زَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝ تَبَارَكَ
الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوْجًا
وَجَعَلَ فِيْهَا سِرَاجًا وَّقَمَرًا
مُّنِيْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ
اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ
أَرَادَ أَنْ يَّذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ
شُكُوْرًا ۝

یعنی جب ان کو کہا جاتا ہے کہ خدائے رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ سوال کرتے ہیں رحمٰن کیا چیز ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا کہ رحمٰن وہ ذات کثیر البرکات اور مصدرِ خیرات دائمی ہے جس نے آسمان میں بُرج بنائے، بُرجوں میں آفتاب اور چاند کو رکھا۔ جو عام مخلوق کو بغیر تفریق کافر و مومن کے روشنی پہنچاتے ہیں۔ اسی رحمٰن نے تمہارے لئے یعنی بنی آدم کے لئے دن اور رات بنائی جو ایک دوسرے کے بعد دورہ کرتے ہیں تاکہ جو شخص طالبِ معرفت ہو وہ ان دقائقِ حکمت سے فائدہ اُٹھائے اور جو شخص شکرِ نعمت پر مستعد ہو وہ شکر کرے۔

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے اچھی طرح کھول دیا کہ رحمٰن کا لفظ ان معنوں کے رُو سے خدا تعالیٰ پر بولا جاتا ہے کہ اس کی رحمت وسیع عام طور پر ہر ایک بُرے بھلے پر محیط ہو رہی ہے۔ یہ فیضان بلا استحقاق سب ذی روحوں پر حسب حاجت جاری ہے۔ اسی فیضان کی برکت ہے کہ ہر ایک جاندار جیتا جاگتا کھاتا پیتا ہے۔ ایسا ہی روحانی ترقی کے لئے عین ضرورتوں کے وقت کلام الٰہی نازل ہوتا رہا اور قرآن کریم بھی صفتِ رحمانیت کے ماتحت نازل ہوا۔ چنانچہ فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ یعنی خدائے رحمٰن نے یہ قرآن سکھلایا ہے۔ غرض صفتِ رحمانیت کے ذریعہ بے شمار نعمتیں اور انسان کے کمال کرنے کے لئے اسباب مہیا کر دیئے۔

## صفتِ رحیمیت کا ثبوت

تیسری صفت رحیمیت بیان کی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا خاص فیض ہے جو اُن لوگوں پر نازل ہوتا ہے جو خاص جدوجہد اور کوشش کرتے اور تزکیۂ نفس کے لئے تضرع اور دُعا کرتے ہیں۔ غرض یہ فیضِ الٰہی اسی کو پہنچتا ہے جو اُسے ڈھونڈتا ہے اور اس کے لئے محنت کرتا ہے۔ یہ صفت بھی قانونِ قدرت سے ثابت ہے کیونکہ یہ بات بدیہی ہے کہ خدا کی راہ میں سعی کرنے والے اور غافل رہنے والے برابر نہیں ہو سکتے بلاشبہ جو لوگ سچے دل سے خدا کی راہ میں کوشش کرتے ہیں اُن پر خاص رحمتِ الٰہی نازل کی جاتی ہے اسی وجہ سے قرآن کریم میں خدا کا نام رحیم ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا یعنی خدا کی رحیمیت صرف ایمانداروں سے خاص ہے۔

## صفتِ مالکیت کا ثبوت

چوتھی صفت مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بیان کی گئی ہے۔ یہ فیضان اخص ہے۔ یہ فیض محنت اور

سعی کی شرط پر مترتب نہیں ہوتا بلکہ اس کے ظہور کی اوّل شرط یہ ہے کہ عالم اسباب بکلّی معدوم ہوں اور خدا اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنی چمکار دکھلاوے اور اس فیضان کے حصہ دار وہی ہوتے ہیں جو خدا کی ذات پر حق الیقین رکھتے ہیں۔ خدا نے اَلدِّیْن کے لفظ پر آل اسی غرض سے رکھا ہے کہ تا یہ معنی ظاہر ہوں کہ جزا سے کامل جزا مراد ہے۔ اسکے وصل یا فصل، سعادتِ ابدی شقاوتِ ابدی کا موجب اس کی مالکیتِ تامہ ہوتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ صحیفۂ قدرت پر جب نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ جو کچھ صحیفۂ الہام میں مذکور ہے وہ صحیفۂ قدرت میں اسی ترتیب سے موجود ہے یعنی ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، اور مالکیت کی جلوہ گری پائی جاتی ہے پس کائنات کا ذرّہ ذرّہ گواہی دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں یہ چاروں صفات پائی جاتی ہیں۔

## ظلّی طور پر صفات میں رنگین ہونا

اب جبکہ ہم کو خدا کا رنگ معلوم ہو گیا تو دیکھنا یہ ہے کہ ان صفات کو انسان ظلّی طور پر اختیار کر بھی سکتا ہے یا نہیں اور اگر ممکن ہے تو اس کا کیا فائدہ اُسے ملے گا؟

سو اس سوال کی پہلی شق کا جواب یہ ہے کہ جب کائنات کا ذرّہ ذرّہ خدا کی ان صفات کو ظاہر کر رہا ہے تو حضرتِ انسان جو عالمِ صغیر ہے کیوں وہ ان صفات کو اپنی ذات میں منعکس نہیں کر سکتا؟

دوسری شق کا جواب یہ ہے کہ اگر انسان ان صفات کو ظلّی طور پر نہ اپنائے تو دُنیا کا کام ہی نہ چل سکے گا۔ مثلاً ماں باپ ربوبیت نہ کریں تو کیا بچے پل سکیں گے؟ یہی حال حاکم، امام اور استاد کے متعلق پیدا ہوگا۔ اگر یہ ہستیاں ربوبیت نہ کریں تو یہ کارخانۂ عالم کیونکر چل سکے گا۔ ہمارے معاشرہ کی ساخت بتاتی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ وہ اِن صفات کو اپنائے اور کوشش کرے کہ خدا کی یہ چاروں صفات یعنی ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، اور مالکیت اس میں پیدا ہوں۔

پس جب یہ حقیقت وضاحت سے ہم پر کھُل گئی کہ انسان ان صفات کو ظلّی طور پر اختیار کر سکتا ہے اور دُنیا کا نظام اور فلاح ان کے بغیر ممکن نہیں تو اب دیکھنے والی بات یہ رہ جاتی ہے کہ وہ کیا طریق اختیار کرے جس کے ذریعہ ان صفات کا مظہر بن جائے۔ اسلام کا دعویٰ ہے کہ یہ چاروں صفات اس کی پیروی سے انسان کو حاصل ہو سکتی ہیں اور اسلام نے اس کے لئے جو طریق ہائے عبادات تجویز کئے ہیں اُن میں سے ایک کا نام نماز ہے۔

## اسلامی نماز کی خصوصیات

اسلامی طریق عبادت (نماز) کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:-

۱۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسلامی نماز میں مرکزی چیز سورۃ فاتحہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ یعنی نماز بغیر سورۃ فاتحہ کے ہوتی ہی نہیں۔ پس نماز پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ، الرَّحِیْمِ، مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کو اپنی زبان سے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے ساتھ بار بار دُہراتا ہے اور جتنی دفعہ وہ نماز پڑھتا ہے اس کو یہ سبق یاد ہوتا جاتا ہے کہ میرا خدا اِن صفات کا مالک ہے اور مجھے اس کا عبد ہونے کی وجہ سے ایسا بننا ہے لیکن اس اعتبار سے دیگر مذاہب کی عبادات دیکھیں تو ان میں یہ بات نہیں ہے۔

۲۔ دوسری بات جو اسلامی نماز میں امتیازی شان رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ ان ہی صفات کی تفصیلات اور ان کے ظہور کی مختلف کیفیات قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں اسلئے نماز میں یہ ضروری قرار دیا گیا کہ سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کا کوئی نہ کوئی حصہ ضرور پڑھا جائے تا کہ وہ تفصیلات ہمارے سامنے بار بار آئیں تا ہم کو معلوم ہوتا رہے کہ ہم نے انہی کو اختیار کرنا ہے مثلاً قرآن کریم نے والدین کے لئے دعا سکھلائی رَبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا۔ دیگر مذاہب کی عبادات میں کوئی ایسی بات نہیں جس کے ذریعے وہ ان صفات کو اپنا سکے۔

۳۔ تیسری بات جو اسلامی نماز میں مقصد کے لحاظ سے ضروری ہے وہ درود شریف کا پڑھنا ہے۔ اس درود میں اللہ تعالیٰ کے عبدِ کامل جو عابدوں کے لئے نمونہ ہے اور صفاتِ الٰہیہ کا مظہرِ اتم ہے اس کا تذکرہ ہوتا ہے یعنی حضرت امام الاصفیاء والاتقیاء سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور یہ اس لئے تا کہ عابدوں میں اس عبدِ کامل کے نمونہ کی اقتداء کا جذبہ پیدا ہو سکے۔ اس کے مقابل دیگر مذاہب کی عبادات کو دیکھا جائے تو ان لوگوں کے سامنے کوئی ایسا نمونہ موجود نہیں جو صفاتِ الٰہیہ کا مظہرِ اتم ہو۔

۴۔ عبادت کے لئے یکسوئی نہایت ضروری چیز ہے۔ اسلامی نماز کے شروع کرتے ہی انسان ماسوی اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے اور اس کو اس بات کی اجازت نہیں ہوتی کہ وہ کسی اور طرف توجہ دے۔ وہ مسجد میں آتا ہے اور یکسوئی کے ساتھ جس قدر تذلل کے طریقے دُنیا میں رائج ہیں ان کو اختیار کرتا ہے، وہ اس مٹی کی طرح ہو جاتا ہے جس نے نقش لینا ہوتا ہے اور جب تک وہ بچہ

نہیں جاتی نقش نہیں لے سکتی اسی طرح نمازی تذلّل کے جس قدر طریقے ہیں اختیار کرتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت میں قلب کو خدا کی طرف متوجہ رکھنے کے لئے جسم کو ایسی حالت میں رکھنا چاہیئے جس سے تذلّل پیدا ہو۔ اس کا اثر رُوح پر پڑ کر دل میں بھی رقّت اور نرمی پیدا ہوتی ہے اور ایک جوش کے ساتھ وہ خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ دُنیا میں تذلّل کے مختلف طریقے مروّج ہیں۔ کسی مُلک میں عاجزی کا طریق ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ہے کسی مُلک کے لوگ عاجزی میں جُھک جاتے ہیں، کوئی گھٹنوں کے بل گر جاتے ہیں کسی قوم میں سجدہ کا رواج ہوتا ہے اسلام چونکہ خالقِ فطرت کی طرف سے ہے اس نے تمام فطرتوں اور عادتوں کا خیال رکھ کر اسلامی نماز میں ان سب کو جمع کر دیا ہے۔ جس طرح قرآن جامع کتب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح نماز بھی تمام طریقہ ہائے تذلّل کی جامع ہے۔

۵۔ اسلامی نماز چونکہ ذکرِ الٰہی کے لئے کھڑی کی جاتی ہے جیسا کہ اس کی بابت حکم ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ یعنی نماز میرے ذکر کے لئے قائم کرو۔ ذکرِ الٰہی کرنے والی مختلف طبائع ہوتی ہیں بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں جو خاموشی میں ذکرِ الٰہی سے لطف اندوز ہوتی ہیں اور ذکر کی طرف توجہ قائم رکھ سکتی ہیں اور بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں جو دوسروں کو ذکر کرتے دیکھیں تو ان میں ذکر کرنے کا جوش پیدا ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کا ذکر نمازوں میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ ظہر و عصر کی نمازیں اس طرح پڑھی جاتی ہیں کہ ہر شخص اپنا اپنا ذکر کر رہا ہوتا ہے۔ امام اپنے طور پر خاموشی سے ذکر کرتا ہے اور مقتدی خاموشی سے اپنے طور پر ذکر کرتے ہیں لیکن مغرب، عشاء اور فجر کے وقت جب امام سورۃ فاتحہ پڑھے تو سب مقتدی بھی خاموشی سے سورۃ فاتحہ پڑھیں مگر جب وہ قرآن کریم پڑھے تو سب سُنیں۔ پھر نمازیوں کو بعض جگہ کلیۃً امام کے تابع کر دیا ہے۔ جب وہ اللہ اکبر کہے تو مقتدی بھی اللہ اکبر کہیں اور جب وہ رکوع و سجود میں جائے تو مقتدی بھی ویسا ہی کریں لیکن جو خاموشی کا حصہ ہوتا ہے اس میں ہر شخص آزاد ہوتا ہے۔ مقتدی کوئی دعا مانگ رہا ہوتا ہے امام کوئی اور دُعا مانگ رہا ہوتا ہے اسلامی نماز نے دونوں قسم کی طبائع کا انتظام کر دیا، اُن کا بھی جو خود پڑھ کر متأثر ہوتے ہیں اور اُن کا بھی جو سُن کر متأثر ہوتے ہیں۔

دیگر مذاہب کی عبادات اِن حکمتوں سے مطلقاً خالی ہیں۔

۶- اسلامی نماز ادا کرنے سے پیشتر یہ حکم ہے کہ نماز پڑھنے والا پہلے وضوء کرے یا تیمم کرے۔ وضوء کا حکم اصل ہے اور تیمم وضوء کے قائم مقام ہے۔ وضوء میں پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں پھر تین بار کُلّی کی جاتی ہے اور مُنہ کو صاف کیا جاتا ہے پھر نتھنوں سے پانی اوپر کھینچ کر ناک صاف کی جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد مُنہ دھویا جاتا ہے اور پھر کہنیوں کو شامل کر کے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں۔ پھر دونوں ہاتھ گیلے کر کے سر کا مسح کیا جاتا ہے پھر ٹخنوں تک پاؤں دھوئے جاتے ہیں۔ اِن اعضاء کو گیلا کرنا خیالات کے اجتماع کے لئے مفید اور ضروری ہے کیونکہ خیالات کی پراگندگی حواسِ خمسہ کے مقامات کی تیزی سے ہوتی ہے اور حواسِ خمسہ کے مقامات آنکھیں، کان، ناک، مُنہ اور جسم ہیں۔ طبی تجربہ شاہد ہے کہ بخار کی تیزی کو دُور کرنے کے لئے صرف ہاتھوں اور پاؤں کا ٹھنڈے پانی سے دھونا یا تر کرنا سارے بدن سے بخار کی گرمی دُور کرنے کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے۔ اعصابی ماہرین کے تجربہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہاتھوں یا پاؤں کی انگلیوں کے ٹھنڈا کرنے سے خیالات کی رَو کو روکا جا سکتا ہے پس وضوء خیالات کی رَو کو خدا کی جانب منعطف کر دیتا ہے۔

۷- اسلامی نماز کی ادائیگی سے قبل اذان کہی جاتی ہے۔ یُوں تو ہر قوم میں پراگندہ اور منتشر افراد کو جمع کرنے یا عبادت کی طرف بلانے کا کوئی نہ کوئی رواج مقرر ہے کسی نے ناقوس اور نرسنگھے میں پھونکنا مقرر کیا ہے اور کوئی گھنٹیاں بجاتا ہے مگر اسلامی اذان وہ طریقِ ندا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کیا جاتا ہے اور جہاں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہہ کر لوگوں کو نماز کی طرف بُلایا جاتا ہے وہاں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہہ کر نماز کا فائدہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ تم کامیابی حاصل کرو گے اِن سچے اصولوں کی ندا عبادت کی عبادت ہے اور لوگوں کو جمع کرنے کا بامعنی اور بہترین طریق ہے۔ جونہی مومن کے کان میں اللہ اکبر کی ندا آتی ہے اس میں ایک روحانی ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ دُنیا کی سب سے بڑی صداقت اللہ اکبر کا دن میں پانچ بار اعلان اور اس بے عیب اور سب سے سچے عقیدہ کی منادی کرنے کا شرف مذاہب عالم میں صرف اور صرف

اسلام کو حاصل ہے۔

۸۔ نماز کا ایک حصّہ وہ ہے جو نماز کے اختتام سے تعلق رکھتا ہے اور وہ یہ کہ ہر مومن اپنے خدا کی تسبیح و تحمید اور اپنی عبودیت و فرمانبرداری کے بعد جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو دائیں طرف والوں کو السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہتا ہے اور اس طرح وہ سلامتی اور رحمت کا تحفہ اپنے دائیں طرف والوں کو دیتا ہے۔ اسی طرح بائیں طرف والوں کی طرف متوجہ ہو کر ان کو بھی سلامتی و رحمت خداوندی کی دعا دیتا ہے اور یہ اس امر کی گواہی ہے کہ اسلام یہ بتانا چاہتا ہے کہ دنیا میں اس عبادت یعنی نماز کے بجالانے والے دنیا کی سلامتی چاہتے ہیں مگر دیگر مذاہب کی عبادتوں میں نوعِ انسانی کی سلامتی کا یہ وعظ جو مسلمان روزانہ پانچ وقت دہراتا ہے کسی مذہب میں نہیں۔

## فوائدِ نماز

**پہلا فائدہ:۔** اصل نماز تو نماز باجماعت ہے جو نظریۂ اجتماعیت کو ترقی دیتی ہے۔ دنیا سمجھ چکی ہے کہ گورے کالے، امیر غریب، بڑے چھوٹے میں کوئی فرق نہیں اور سیاسی لحاظ سے بھی دنیا کا یہ عظیم مسئلہ ہے۔ اب اگر دنیا نے زندہ رہنا ہے تو وہ سب کو ایک سمجھ کر ہی زندہ رہ سکتے ہیں۔ مگر اس صداقت اور حقیقت کو سمجھ جانے کے باوجود کیا کمی ہے جو دنیا کا عمل اس کے خلاف ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ محض نظریہ کافی نہیں ہوتا جب تک عملی تربیت ساتھ نہ ہو۔ اسلام نے نماز کے ذریعہ یہ چیز پیدا کر دی کیونکہ حکم یہ ہے کہ سات سال کے بچے کو نماز پڑھنے کی تلقین کی جائے۔ اب سات برس کی عمر سے گورے کالے اکٹھے نماز پڑھیں گے اور سب اِیَّاکَ نَعْبُدُ کا اقرار کریں گے تو جب ان کی عمریں ۱۲ برس کی ہوں گی تو کلاس کانشس (طبقاتی احساس) ان میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ نماز پڑھنے والا اسلامی نماز کا مقصد اور اس کی غرض و غایت کا شعور رکھتا ہو۔ یہ چیز دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی بلکہ بعض مذاہب میں ذات پات کے جھگڑے ہیں اور کسی میں گورے کالوں کے لئے علیحدہ علیحدہ عبادتخانے ہیں۔ گویا ایک دوسرے کے لئے ان کے دروازے بند ہیں۔

اسلامی نماز کے ذریعہ درسِ مساوات قائم کرنے کے لئے اسلام نے امامت کے لئے کسی خاص خاندان یا کسی خاص قوم کی خصوصیت نہیں رکھی۔ یہودیوں میں ہارون کے خاندان کو اختیارات دیئے گئے ہیں اور عیسائیوں میں مقررہ پادری کے سوا کوئی دوسرا آدمی نماز نہیں پڑھا سکتا۔ سکھوں میں گرنتھی کے سوا دوسرا شخص گرنتھ صاحب کا پاٹھ نہیں کرا سکتا لیکن اسلام پادریوں اور گرنتھیوں کا قائل نہیں، وہ ہر ایک انسان کو خدا تعالیٰ کا نمائندہ سمجھتا اور ہر ایک نیک انسان کو نماز میں راہ نمائی کا حق دیتا ہے۔ غریب امیر مسجد میں ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک جرنیل اور

ایک سپاہی پہلو بہ پہلو کھڑے ہوتے ہیں اور کوئی شخص دوسرے کو ہٹا نہیں سکتا۔ اخوت و برادری کا یہ سبق اور مساواتِ انسانی کا یہ درس صرف اور صرف اسلامی نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔

مسجد کسی خاص فرد کے لئے نہیں بلکہ تمام بنی نوع کے لئے بنائی گئی ہے۔ مسجد کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہے۔ تاریخ میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کو اُن کے اپنے طریق کے مطابق مسجد نبوی میں عبادت کرنے کی اجازت دیدی۔ پس مسجدِ اسلامی کا دروازہ ہر مذہب و ملت کے شرفاء کے لئے کھلا ہے۔

دوسرا فائدہ:۔ قرآن کریم میں نماز پڑھنے کا ایک فائدہ یہ بیان کیا گیا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ یعنی نماز انسان کو بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔ اگر انسان صحیح طور پر نماز ادا کرے تو وہ فحشاء اور منکر سے بچ جائے گا۔ فاحشہ کے معنی ہیں ہر وہ غلطی جو بہت ہی معیوب ہو اور لوگوں کی انگلیاں اُٹھنے لگیں۔ اور منکر اُس بُرائی کو کہتے ہیں جو خدا اور مخلوق کو ناپسندیدہ ہو۔

ہر مسلمان دن و رات میں پانچ وقت نماز پڑھتا ہے اور ہر نماز میں کچھ فرض اور کچھ سنتیں اور کچھ نوافل ہوتے ہیں۔ پھر تہجد کی نماز ہے، اشراق کی نماز ہے ان سب نمازوں میں وہ سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے اور نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کرتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی اے خدا میری زندگی میں بعض کام مجھ سے اچھے ہوں گے بعض بُرے۔ الٰہی میری تجھ سے یہ دُعا ہے کہ تو میرا قدم ہمیشہ ایسے راستہ پر رکھیو جو صراطِ مستقیم ہو جس کے نتیجہ میں کسی قسم کا ظلم نہ ہو کسی قسم کی بے حیائی نہ ہو اور جس پر چل کر میں ہر قسم کے نقصانات سے محفوظ رہوں۔ پس جو شخص سچے دل سے دن رات اس دُعا میں مشغول رہے گا وہ بُرائیوں اور گناہوں میں ملوث ہی کس طرح ہوگا۔ اگر اس کے سامنے شہوات کا سوال آئے گا تو وہ بالضرور وہ راہ اختیار کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے ناجائز اور حرام طریق سے بچے گا۔ کھانے پینے کا سوال آئے گا تو وہ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا پر عمل کرے گا۔ معاملات کا سوال ہوگا تو وہ دھوکا اور فریب سے بچے گا۔ غرض جو کوئی یہ سمجھ کر دعا کرے گا کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں تمسخر نہیں کر رہا ہنسی نہیں کر رہا اور دین سے تلعب نہیں کر رہا وہ تمام معاملات میں، دوستوں کے تعلقات میں، میاں بیوی کے تعلقات میں، بچوں سے سلوک، شریعت کے حقوق اور فرائض ادا کرنے، غیروں سے تعلقات رکھنے میں ہمیشہ غور کرتا رہے گا اور ہمیشہ سیدھا راستہ اختیار کرے گا جس میں ظلم کا کچھ نہ پائی جائے۔

پھر مسلمان یہ بھی دُعا کرتا ہے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی اے خدا میری خواہش یہ ہے کہ تو مجھے ان لوگوں کی راہ پر چلا جو تیرے خاص مقرب ہوئے

میں عام لوگوں کے راستہ یا درمیانی لوگوں کے راستہ پر بھی چلنا نہیں چاہتا بلکہ میں اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی خواہش رکھتا ہوں جنہوں نے تجھ سے انعامات حاصل کئے۔ اگر ہم غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس دعا میں کس قدر بلندی اور عظمت پائی جاتی ہے اور کتنا جوش دل میں پیدا کرنے والی یہ دعا ہے کیونکہ ہر مومن نماز میں یہ دعا کرتا ہے کہ یا اللہ! مجھے حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ والی نیکی دے۔ یا اللہ! مجھے اس طرح گناہوں سے بچا جس طرح حضرت نوحؑ، یعقوبؑ و یوسفؑ اور دوسرے انبیاء کو بچایا تھا۔ جو سچے دل سے یہ دعا کرے گا وہ ایسی جد و جہد بھی کرے گا اور اس طرح وہ فحشاء اور منکر سے بچ جائے گا۔

## ایک سوال کا جواب

ایک اور خاص بات جو اس دعا میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا اقرار کرتے ہیں پھر اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا کرتے ہیں۔ اب نماز میں دعا کرنے والا ایک شخص ہوتا ہے لیکن ہم کہتے یہ ہیں کہ ہمیں سیدھے راستہ پہ چلا۔ یہ طریقِ دعا اسلام نے ہمیں کیوں سکھلایا ہے؟ اگر ہم غور کریں تو اس لفظ "ہم" سے مراد ساری دنیا ہے یا سارے مسلمان ہیں، یا سارے شہر والے ہیں، یا سارے محلہ والے ہیں، یا اپنی حکومت کے سب افراد۔ بہرحال جب ایک شخص نماز میں "ہم" کا لفظ استعمال کرتا ہے تو اپنی دعا میں اُن لوگوں کو بھی شریک کرتا ہے جو اُس کے علاوہ ہیں۔ غرض یہ دعا نمازی کے دل میں بنی نوع انسان سے محبت اور سچی ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے والی ہے اور نماز پڑھنے والا چاہتا ہے کہ ہم سب راہِ راست پر آجائیں اور ہر قسم کی بدیوں اور گناہوں سے نجات پا جائیں۔ اور جو شخص رات دن میں بار بار یہ دعا کرے گا ضرور ہے کہ ایک دن اس کی دعا قبول ہو جائے اور اس کی دعا کے نتیجہ میں کسی کو ہدایت مل جائے۔

## ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ روزانہ نماز پڑھتے ہیں اور یہ دعا کرتے ہیں مگر وہ نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نماز کا قصور نہیں بلکہ نماز پڑھنے والے کا قصور ہے۔ کیونکہ جب وہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا کرتا ہے تو خود اُسے دعا کی قبولیت پر یقین نہیں ہوتا۔ اس کے بالمقابل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ بھی یہی دعا مانگتے تھے مگر اس کے نتیجے میں سارا عرب مسلمان ہو گیا، سارا شام مسلمان ہو گیا، سارا مصر مسلمان ہو گیا۔ اور اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ ان کا وجود کسی اور قسم کا تھا اور ہمارا کسی اور قسم کا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ نمازیں ادا کرتے تو ان کے دل یقین سے معمور تھے کہ ایک دن ضرور انقلاب پیدا ہوگا اور وہ سچے دل سے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ

الْمُسْتَقِیْمَ کی دُعا کرتے تھے۔

غرض یہ نماز کا بہت بڑا فائدہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے نہ صرف انسان کی اپنی بلکہ اس کی دعا کے نتیجے میں ساری دُنیا کی اصلاح ہو سکتی ہے اور یہی عبادت کا مدعا اور مقصد ہے جو نماز سے باحسن وجوہ پُورا ہوتا ہے۔ دیگر مذاہب کی عبادات میں نہ یہ مقصد، نہ تسلسل، نہ جوش اور نہ حکمت ہے۔ محض چند رسومات ہیں۔

## نماز کا ایک اور اہم فائدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ یعنی نماز ایمانداروں کو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر لے جاتی ہے اور انسان عبودیت کا بلند مقصد پالیتا ہے۔ نوافل جو صلوٰۃ کا حصہ ہیں اُن کی بابت حدیث میں آتا ہے:۔

لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ
اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اِذَا
اَحْبَبْتُہٗ فَاَکُوْنُ سَمْعَہٗ
الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہٗ
الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ
یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ
یَمْشِیْ بِھَا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا ایسا مقرب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو وہ محبت یہاں تک ترقی کرتی ہے کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سُنتا ہے۔ اُس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔" پس یہی عبادت کی منزل ہے اور نماز ہی اس کا ذریعہ ہے۔

## نماز کا زندہ روحانی نتیجہ

چودہ سَو سال ہوئے اب تک اس اُمت میں نماز پڑھنے کے نتیجہ میں ہزاروں لاکھوں افراد اس امت میں ایسے ہوئے جن کا یہ دعویٰ تھا کہ خدا اُن سے باتیں کرتا ہے اور اس زمانہ میں موعود اقوامِ عالم کو مسلمانوں میں مبعوث فرما کر اس امر پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مُہر ثبت کر دی کہ خدا نماز پڑھنے والوں کے ساتھ ہے اور یہی وہ طریق عبادت ہے جو انسان کو باخدا بنا دیتا ہے۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔


## مکتبۃ الفرقان

آپ اس مکتبہ سے سلسلہ احمدیہ کی جملہ مطبوعہ کتب طلب فرما سکتے ہیں۔ اس طریق سے آپ رسالہ الفرقان کی ایک رنگ میں اعانت فرما سکتے ہیں۔ فہرست کتب ایک کارڈ لکھ کر طلب فرمائیں۔ (مینیجر الفرقان ربوہ)

# کتاب "ختم الاولیاء" پر ایک نظر

(جناب مولوی جمیل الرحمٰن صاحب رفیق انچارج ٹانگانیکا احمدیہ مسلم مشن)

کتاب ختم الاولیاء ایک ہزار سال تک قریباً گمنام حالت میں پڑے رہنے کے بعد اب حال ہی میں پہلی بار بیروت سے طبع ہو کر منظر عام پر آئی ہے۔ یہ ایک جلیل القدر صوفی الشیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حسن ملقب بہ حکیم ترمذی کی تالیف ہے جو تیسری صدی ہجری کے اوائل میں پیدا ہوئے اور اسی صدی کے اواخر میں فوت ہوئے۔

مشہور صوفی فرید الدین عطارؒ نے اپنی مشہور کتاب "تذکرۃ الاولیاء" میں حکیم ترمذی کا ذکر کیا ہے اور آپ کی شخصیت کو نمایاں شخصیت قرار دیا ہے۔

آپ (حکیم ترمذی) کو علم کی بڑی پیاس تھی۔ اس لگن میں آپ نے مع اپنے دو دیگر دوستوں کے حصولِ علم کے لئے سفر اختیار کرنے کا ارادہ کیا مگر اسی اثناء میں آپ کی والدہ ماجدہ بیمار ہو گئیں اور کہنے لگیں "بیٹا! میں ضعیف عورت ہوں۔ میرا کوئی معاون و مددگار نہیں۔ تم ہی ایک میری دیکھ بھال کرتے ہو اور تم سفر پر چلے گئے تو کون ہوگا جو میرا خیال رکھے گا۔" والدہ کی خاطر آپ نے سفر کا ارادہ ترک کر دیا مگر آپ کے دونوں دوست چلے گئے۔

اس پر کچھ عرصہ گزر گیا تو ایک دن جبکہ آپ کسی قبر پر زار و قطار رو رہے تھے اور کہتے تھے کہ "افسوس میں جاہل رہ گیا میرے ساتھی تو علم سے مالا مال ہو کر واپس لوٹیں گے" اسی حالت میں ایک بزرگ صورت نورانی چہرے والی شخصیت کو آپ نے دیکھا جس نے آپ سے اس قدر اضطراب کا سبب دریافت کیا۔ آپ کے حالات سن کر اس بزرگ نے کہا کہ اگر پسند کرو تو میں روزانہ تمہیں کچھ علم سکھا دیا کروں گا اور اس طرح جلد ہی تم اپنے ساتھیوں سے سبقت لے جاؤ گے۔ آپ نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ اس طرح وہ بزرگ کئی سال تک انہیں پڑھاتے رہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ایک عرصہ بعد آپ کو علم ہوا یہ بزرگ خضرؑ تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ سب والدہ کی دعا کا نتیجہ تھا۔

آپ کی تالیفات میں سے ایک نہایت عمدہ تالیف کتاب ختم الاولیاء ہے جو کہ اب تک قلمی نسخے کی صورت میں خزائن استنبول میں محفوظ تھی مگر حال ہی میں (۱۹۶۵ء میں) بیروت سے طبع ہو کر

مارکیٹ میں آگئی ہے۔

اصل میں خزائن استنبول میں اس کتاب کے دو نسخے (قلمی) ہیں۔ ایک تو "نسخہ فاتح" زیر نمبر ۳۲۲ ج/۳/ ۱ الف - ۱۹۸ ب ہے اور دوسرا "نسخہ ولی الدین" ہے جس کا نمبر ۷۷۰/۱/۹۱ - ۱۲۸ ب ہے۔ ان میں سے اوّل الذکر زیادہ معتبر ہے۔ یہ خطِ نسخی میں ہے اور اس کے پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے کیونکہ اہم مقامات پر غیر منقوطہ ہے۔ اس کا سائز ۲۵×۱۷ سم ہے۔ ہر صفحہ ۲۳ سطروں پر مشتمل ہے۔ اچھی حالت میں ہے۔ کاتب کا نام مذکور نہیں مگر تاریخ تحریر ۹ رجب سنہ ۹۳۶ھ لکھی ہے۔

دوسرا نسخہ (ولی الدین) بھی عمدہ حالت میں ہے۔ یہ بھی خطِ نسخی میں ہے مگر صعب القرارت نہیں۔ آسانی سے پڑھا جا سکتا ہے۔ اس میں کتابت کی اغلاط بہت ہیں۔ اس میں حکیم ترمذی کی دیگر تالیفات بھی شامل ہیں۔ سائز ۲۲×۱۵ سم ہے۔ ہر صفحہ پر ۲۱ سطریں ہیں۔ کاتب کا نام اور تاریخ تحریر مذکور نہیں۔

اسی تعلق میں یہ یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ مکتبہ دوجمولہ بابا (استنبول) میں ایک کتاب "ختم الولایۃ" زیر نمبر ۲۸۲/ ۱ ب - ۲۰ ب ہے جو کہ محمد بن محمد القاضی کی تالیف ہے۔ اس میں حضرت ابن عربیؒ کا خاتم الاولیاء ہونا مذکور ہے۔ مگر یہ علیحدہ کتاب ہے اس کا کتاب ختم الاولیاء سے کوئی تعلق نہیں۔

زیرِ نظر اشاعت عثمان اسماعیل یحیٰی کی تحقیق ہے جو کہ پیرس میں تحقیقاتِ علمیہ کے مرکزِ قومی کے ممبر ہیں۔ کیتھولک پریس بیروت میں یہ کتاب چھپی ہے اور وہیں سے خاکسار نے منگوائی ہے۔ اس جلد میں "کتاب ختم الاولیاء" کے علاوہ مندرجہ ذیل رسائل بھی ملحق ہیں:۔

۱۔ رسالہ "بدوّ شان الحکیم الترمذی"۔
اس میں حکیم ترمذی کی خودنوشت سوانح درج ہیں۔

۲۔ کتاب "الجواب المستقیم عمّا سأل عنہ الترمذی الحکیم"۔ یہ حضرت ابن عربیؒ کی تالیف ہے۔ اس میں ختم الاولیاء پر سوالات کے جوابات ہیں۔

۳۔ "شرح المسائل الروحانیۃ فی کتاب ختم الاولیاء"۔ یہ بھی ابن عربیؒ کی تالیف ہے جس میں کتاب ختم الاولیاء میں مذکور ۱۵۷ سوالات کے جوابات ہیں جو کہ حضرت ابن عربیؒ کی فتوحاتِ مکیّہ سے لئے گئے ہیں۔ ختم نبوّت کے متعلق حوالے بھی جو کہ ہمارے لٹریچر میں عام ہیں اس حصے میں فتوحاتِ مکیہ کے حوالے سے درج ہیں۔

۴۔ "ملحق تاریخی"۔ اس حصے میں ولایت، نبوّت اور مقاماتِ عارفین سے متعلق نصوصِ اسلامیہ درج ہیں جو کہ قرنِ اوّل (ہجری) سے قرن تاسع تک کی ہیں۔

یہ مکمل جلد مع مذکورہ بالا رسائل ۵۸۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتدائی حصے میں کتاب ختم الاولیاء کے قلمی نسخہ فاتح و ولی الدین کے ایک ایک ورق کا عکسی

فوٹو بھی شامل ہے۔ نیز "ابواب المستقیم" (لابن عربی) اور رسالہ "بدو شأن الحکیم الترمذی" کے قلمی نسخوں کے ایک ایک ورق کا فوٹو بھی دیا گیا ہے۔

## متن کتاب ختم الاولیاء

مندرجہ بالا وضاحت کے بعد اب خاکسار اصل کتاب ختم الاولیاء کے متن کے بارہ میں بیان کرنا چاہتا ہے۔ مقدمہ کے علاوہ اس کتاب میں کل ۲۹ فصول ہیں جن کے عناوین درج ذیل ہیں:-

(۱) ولی حق اللہ (۲) دعوۃ الحق و اجابۃ العبد (۳) ولی حق اللہ وولی اللہ۔ (۴) المسائل الروحانیۃ (اس حصہ میں ۱۵۷ سوالات بغیر جوابات درج ہیں۔ ان کے جوابات ابن عربیؒ نے فتوحات مکیہ میں دیئے ہیں)۔ (۵) علم الاولیاء وعلم الانبیاء (۶) ولی اللہ (۷) فصال الولایۃ العشر (۸) خاتم الاولیاء وخاتم الانبیاء (اس فصل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت دیگر تمام انبیاء کے مقابل میں بیان کی گئی ہے۔ نیز خاتم النبیین کا معنی بھی مذکور ہے جو کہ آگے چل کر خاکسار بیان کرے گا)۔ (۹) النبوۃ والولایۃ (۱۰) علامات الاولیاء (۱۱) القاء الشیطان ونسخ اللہ۔ (۱۲) اھل القربۃ (۱۳) خاتم الاولیاء۔ (۱۴) البشری (۱۵) الکتاب والروح۔ (۱۶) تفکیر عامۃ المؤمنین وتفکیر خاصۃ الاولیاء (۱۷) عقد الولایۃ وعقد النبوۃ (۱۸) مغلوبین احوال الاولیاء (۱۹) ولایت سعادت، محبت (۲۰) ولی اور معصیت (۲۱) ولی واسرار النبی (۲۲) المھتدی والمجتبی (۲۳) المدۃ والجذبۃ (۲۴) مجذوب۔ (۲۵) خاتم الاولیاء (اس میں خاتم الاولیاء کی صفات اور ختم ولایت کے معنی پر بحث ہے)۔ (۲۶) اولیاء النور (۲۷) دولۃ الخیر ودولۃ الشر (۲۸) اھل ھٰذا الدین (۲۹) اعمال ودرجات۔

خلاصہ یہ کہ جیسا کہ عناوین فصول مذکورہ بالا سے واضح ہے یہ بہت دلچسپ اور مفید کتاب ہے۔ اس وقت خاکسار آٹھویں فصل میں مذکورہ خاتم النبیین کے معنی ذیل میں درج کرنا چاہتا ہے۔ بہتر ہے کہ ترجمہ سے قبل اصل عربی عبارت تحریر کر دی جائے:-

قال له قائل، وما خاتم النبوة؟
قال: حجة الله على خلقه:
بحقيقة قوله تعالى "وَبَشِّرِ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ
صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ" فشهد الله
له بصدق العبودية. فاذا
برز الديان فى جلاله وعظمته:
فى ذلك الموقف، وقال: يا
عبيدى، انما خلقتكم للعبودة:
فهاتوا العبودة! فلم يبق

لأحد حسّ ولا حركة من هول ذلك المقام، الّا محمداً صلى الله عليه وسلم - فبذلك القدم (الصدق) الّذي له يتقدم على جميع صفوف الانبياء والمرسلين - لأنه قد أتى بصدق العبودية لله تعالى - فيقبله الله منه، ويبعثه الى المقام المحمود، عند الكرسى - فيكشف الغطاء عن ذلك الختم، فيحيطه النور وشعاع ذلك الختم يبين عليه - وينبع من قلبه على لسانه من الثناء ما لم يسمع به أحد من خلقه؛ حتى يعلم الانبياء كلّهم أن محمداً صلى الله عليه وسلم، كان أعلمهم بالله عزّ وجلّ! فهو اوّل خطيب: و اوّل شفيع - فيعطى لواء الحمد ومفاتح الكرم - فلواء الحمد لعامّة المؤمنين، ومفاتح الكرم للانبياء - ولخاتم النبوّة بدء وشأن عميق، أعمق من أن تحتمله - فقد رجوت انه كفاك هذا القدر وعلمه!" (صفحہ ۳۳۸)

ترجمہ:- ایک پوچھنے والے نے کہا کہ خاتم النبوۃ کیا ہے؟ آپ نے کہا: اللہ کی حجت اپنی خلق پر اپنے اس قول کی حقیقت کے ساتھ" اور تو مومنوں کو خوشخبری دے کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس 'قدم صدق' ہے۔" (قرآن کریم ۳۳/۴) پس خدا تعالیٰ نے آپؐ کے لئے صدق عبودیت کی شہادت دی - پس جب (قیامت کے دن) خدائے حاکم اپنے جلال اور عظمت میں نکلے گا، اس مقام میں، اور کہے گا: اے میرے بندو! میں نے تمہیں عبودیت (عبد بننے) کے لئے پیدا کیا تھا (خالص اطاعت کرنے کیلئے) سو اپنی اپنی عبودۃ لاؤ۔ پس اس مقام کے خوف کی وجہ سے کسی میں حس و حرکت باقی نہ رہے گی، سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے - پس آپؐ اپنے اسی 'قدم صدق' کی وجہ سے انبیاء و مرسلین کی تمام صفوں سے آگے بڑھ جائینگے - کیونکہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے لئے صدق عبودیت لائے ہیں - اللہ تعالیٰ آپؐ سے یہ (صدق عبودیت) قبول فرمائیگا اور کرسی کے پاس آپؐ کو مقام محمود پر فائز کرے گا - پھر مُہرِ ختم پر سے پردہ اُٹھایا جائے گا، پس آپؐ کو نور

گھیرلے گا اور اس مُہر کی شعاع آپؐ پر ظاہر ہوگی۔ اور آپؐ کے دل سے پھوٹ کر آپؐ کی زبان پر وہ ثنائے الٰہی جاری ہوگی جو مخلوق میں سے کسی نے نہیں سُن پائی یہاں تک کہ تمام انبیاء جان لیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے زیادہ عارف باللہ ہیں پس آپؐ اوّل خطیب اور اوّل شفیع ہوں گے۔ اور آپؐ کو لوائے حمد اور مفاتح کرم عطا ہوں گی۔ لوائے حمد تو تمام مومنوں کے لئے ہے مگر مفاتح الکرم انبیاء کے لئے۔ اور خاتم النبوۃ کی اصل اور شان عمیق ہے ایسی عمیق کہ تُو اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ مجھے امید ہے کہ اس کا اسی قدر علم تیرے لئے کافی ہے۔"

اسی فصل میں آگے چل کر آپ فرماتے ہیں :-

فجمع اللہ تعالیٰ اجزاء النبوۃ لمحمد، صلی اللہ علیہ وسلم، و تممھا له وختم علیھا بختمه، فلم تجد نفسُه ولا عدوه سبیلا إلی ولوج موضع النبوۃ، من أجل ذٰلك الختم." (ص۲۴۱)

ترجمہ :- پس خدا تعالیٰ نے اجزائے نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمع کئے اور ان کو آپؐ کے لئے پُورا کیا اور پھر اپنی مُہر سے اس پر مُہر لگادی پس نہ آپؐ ہی کا نفس اور نہ آپ کا دشمن جائے نبوت تک رسائی حاصل کر سکتا ہے بوجہ اس مُہر کے۔"

اس حصہ سے اس آیت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں خود آپؐ کی طرف سے بھی کسی قسم کی دخل اندازی نہیں ہوئی۔ بالکل خالص کلام الٰہی ہے۔ دیگر الہامی کتب اللہ تعالیٰ کے خالص لفظی الہام پر مشتمل نہیں ہیں۔

ذرا آگے چل کر خاتم النبیین کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

ومعناہ عندنا: ان النبوۃ تمت بأجمعھا لمحمد، صلی اللہ علیه وسلم، فجعل قلبه، لکمال النبوۃ، وعاءً علیھا ثم ختم!

(ص۳۴۱)

ترجمہ :- خاتم النبیین کا مطلب ہمارے نزدیک یوں ہے کہ نبوت تمام کی تمام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پوری ہوگئی اور آپؐ کا قلب کمالِ نبوت کے لئے ظرف بن گیا پھر اس پر مُہر لگادی گئی۔"

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اجزائے نبوت میں سے تمام اجزاء پُورے پُورے ملے اور آپ کے قلب میں تمام حقیقتِ نبوت مجتمع کر کے اُوپر مُہر

لگا دی تاکہ اس نبوّت میں کوئی ردّو بدل نہ کر سکے بلکہ محفوظ رہے، وِعَاءٌ کا مطلب ہے۔ وہ چیز جس میں کسی شے کو محفوظ کریں۔ پس آپ کے دل کا کمالِ نبوت کے لئے وعاء ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ نبوّت اسی دل میں محفوظ ہو گئی ہے۔ پھر اُوپر مُہر کا لگنا تو نورٌ علیٰ نور ہے۔

پھر فرماتے ہیں :-

ان الکتاب المختوم والوعاء المختوم، لیس لاُحد علیہ سبیلٌ فی الانتقاص منہ، ولا بالازدیاد فیہ مما لیس منہ۔ وان سائر الانبیاء علیھم السلام لم یختم لھم علی قلوبھم (فھم غیر آمنین ان تجد) النفس سبیلاً الی ما فیھا۔" (ملک ۲۳)

**ترجمہ** :- مُہر شدہ مکتوب اور مُہر زدہ ظرف کی شان یہ ہے کہ کوئی بھی اسکی طرف راہ نہیں پا سکتا کہ اس کے مافیہ میں کوئی کمی یا کوئی زیادتی کرے۔ اور باقی سارے انبیاء علیہم السلام کے قلوب پر ان کے لئے مُہر نہیں لگائی گئی۔ پس وہ سارے انبیاء (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ) اس بات سے محفوظ نہیں تھے کہ ان کا نفس اس کی طرف راہ پالے جو ان (دلوں) میں ہے (یعنی نبوّت)

یعنی دوسرے انبیاء کی نبوّت بوجہ مُہر نہ لگنے کے غیر محفوظ رہی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہیگی۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

اِسی تسلسل میں اسی صفحہ پہ فرماتے ہیں :-

ولم یدع اللہ الحجۃ مکتومۃ فی باطن قلبہ حتّٰی اظہرھا، فکان بین کتفیہ ذٰلک الختم ظاھراً کبیضۃ حمامۃ۔ وھٰذا لہ شان عظیم تطول قصتہ۔

فانّ الّذی عمی عن خبر ھذا، یظن ان "خاتم النبیین" تاویلہ انہ آخرھم مبعثاً۔ فاَیّ منقبۃ فی ھذا؟ واَیّ علم فی ھذا؟ ھذا تاویل البُلہِ والجھلۃ!"

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس حجت کو آپ کے دل ہی میں پوشیدہ نہیں چھوڑا بلکہ اس کو ظاہر بھی کیا۔ چنانچہ آپ کے کندھوں کے درمیان یہ مُہر موجود تھی ظاہراً طور پر کبوتری کے انڈے کے برابر۔ اور درحقیقت اس (مُہر) کی شان عظیم ہے اور اس کا مقصد طویل۔ لیکن جو شخص اس خبر سے اندھا ہے وہ گمان کرتا ہے کہ "خاتم النبیین" کی تاویل آخری نبی ہے بعثت کے لحاظ سے۔ اس (تاویل) میں کونسی خوبی ہے؟ اور کونسی علمی بات ہے؟ یہ تو کم عقلی اور جہالت کی تاویل ہے!" ـــــ اور اسی حوالے پر خاکسار اس مضمون کو ختم کرتا ہے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

## محترم جناب میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ مرحوم

### کی یاد میں

(نتیجۂ فکر جناب سید ادریس احمد عاجز عظیم آبادی)

وہ مردِ نیک دل تھا، وکیلِ شہیر تھا
اور حلقۂ اطاعتِ حق میں اسیر تھا
جاں آفریں کو جان دی اپنے وطن سے دور
اِک عاشقِ رسولِ بشیر و نذیر تھا
پایا بفضلِ ایزدی رتبہ شہید کا
للّٰہیت کے نور سے وہ مستنیر تھا
شیدائی مسیحِ محمدؐ کا بالیقیں
فضلِ عمرؓ کا دل سے محب و نصیر تھا
تقویٰ کی راہ پر وہ سدا گامزن رہا
اور ہر غریب کا وہ انیس و ظہیر تھا
آخر "بہشتی قبر" میں مدفون وہ ہوا
کیسا بلند طالع و روشن ضمیر تھا
عاجزؔ یہ جذبِ عشق کی اللہ رے کشش
"پہنچی وہاں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا"

## جذباتِ مومن

(خواجہ عبدالمومن صاحب مومنؔ۔ ربوہ)

زندہ خدا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا
دنیا سے اپنی جان چھڑاتے تو خوب تھا
غیروں سے اپنے دل کو لگاتے ہو کیوں بھلا
اللہ کو اپنا یار بناتے تو خوب تھا
عشقِ بتاں میں کرتے ہو کیوں زندگی خراب
دلبر کو اپنے دل میں بساتے تو خوب تھا
دنیا کا رنگ دل پہ چڑھانا فضول ہے
تقویٰ کا رنگ دل پہ چڑھاتے تو خوب تھا
مومنؔ اداس کس لئے رہتے ہو ہر گھڑی؟
اس یارِ باوفا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا

# حاصلِ مطالعہ

مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر مندرجہ ذیل دو حوالے اپنے رسالہ الفرقان میں شائع کر دیں تاکہ ہمارے دیگر دوستوں کے علم میں اضافہ ہو جائے۔ یہ حوالے میں نے لاہور کی پبلک لائبریری کی کتب سے لئے ہیں۔

## (۱) مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند

تحریر فرماتے ہیں :-

(الف) "محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض نبی ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں۔ اور ختم کے معنی انتہاء کر دینے اور کسی چیز کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہیں۔ اس لئے خاتم النبیین کے معنی نبوت کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہوئے۔ اور کسی چیز کے انتہا تک پہنچنے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی آخری حد پر آجائے کہ اس کے بعد کوئی اور درجہ باقی نہ رہے جس تک وہ پہنچے۔" (کتاب خاتم النبیین ص۸ پنجاب پبلک لائبریری لاہور۔ کتاب ۲۹۷٫۹۹۲۱)

(ب) "خاتم النبیین کے حقیقی معنی یہ نکلے کہ خاتم پر نبوت اور کمالات نبوت کے تمام مراتب پورے ہو گئے۔" (ایضاً ص۹)

(ج) "ختم نبوت کے معنی قطع نبوت یا انقطاع رسالت کے نہیں کہ اب نبوت کی نعمت دنیا میں باقی نہیں رہی یا اس کا فور عالم سے زائل ہو گیا۔" (ایضاً ص۶)

## (۲) حضرت سید میر المعروف پیر صاحب مٹا کوٹھے والے

سرحدی فرماتے ہیں :-

(الف) "نبوت ختم نہیں ہوئی اگر رسول اکرمؐ کے بعد کوئی دعویٰ پیغمبری کرے تو جائز ہے۔" (تذکرہ صوفیاء سرحد ص۵۶۹)

(ب) "حضرت جبرائیل میرے پاس آتے ہیں اور مجھ سے ہمکلام ہوتے ہیں۔" (ایضاً ص۵۷۰)

(پنجاب پبلک لائبریری کتاب ۲۹۷٫۹۹ کمرہ تفسیرات قرآن مجید)

خاکسار محمد عزیز صدر حلقہ رحمان پورہ لاہور

---

(۳) تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق خاص حضرت مولانا سید اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اہلِ اسلام کو نصیحت فرماتے ہیں :-

"صاحب دعوت

اگر کوئی شخص باطل کے مقابلے کے لئے

میدان میں آئے اور مسلمانوں سے تعاون ورفاقت کا خواستگار ہو اور اس کو دینی خدمت سمجھتا اور کہتا ہو، اور اسی دینی بنیاد پر مسلمانوں کی تائید و رفاقت کی امید رکھتا ہو اور عام طور پر یہ مشہور ہو کہ فلاں شخص اسلام کی حمایت کے لئے کھڑا ہوا ہے اور اہلِ باطل سے نبرد آزما ہے تو تمام اہلِ اسلام کو چاہیئے کہ باوجود قوم و برادری کے اختلاف، دینی حمیت و اسلامی غیرت کے جذبہ کے ساتھ اس کی رفاقت اختیار کریں اور اس کی حمایت و اعانت فرض عین سمجھیں اور اس بات کی تبلیغ کریں کہ اہلِ دین فلاں شخص کی تائید پر مجتمع ہیں اور اہلِ باطل کے خلاف اپنی جد وجہد کا آغاز کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم بھی اسی کے ساتھ ہیں اور تم سب کو چاہیئے کہ اس کا ساتھ دو!

اگر ذکرِ الٰہی اور خدمتِ دین کا عنصر اس میں اس طرح ظاہر و باہر ہو تو ایسا شخص صاحبِ دعوت اور واجب الاطاعت ہے اس کی نیت پر شبہ کرنا منع ہے اور اس کے ظاہری اقوال و اعمال ظاہر شرع میں مسموع ہیں۔" (مولانا اسمٰعیل شہیدؒ منصبِ امامت)

(روزنامہ جنگ راولپنڈی مؤرخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۶۸ء)

مرسلہ:۔ احمد بن عبد العزیز

## (۴) جہاد کی تعریف اور وسعت!

### مولانا عبد المنعم صاحب ازہری کے مقالہ کے ترجمہ سے

"بلاشبہ جنگی آلات کی صنعت ایک جہاد ہے۔ اسی طرح ہر وہ صنعت جو قومی زندگی کے بقاء و تحفظ کے لئے ضروری ہو اس کا اختیار کرنا بھی یقیناً جہاد ہے۔ کاشتکار ملک اور قوم کیلئے غلہ پیدا کر کے جہاد کر رہا ہے، ڈاکٹر ڈاکٹری سیکھ کر سرجری کا علم حاصل کر کے قوم کیلئے جہاد کر رہا ہے، طبقات الارض کی تعلیم حاصل کرنا اور اس علم کو کام میں لانا قومی جہاد ہے۔ اسی طرح ملک و ملت کے جس تقاضا کو بھی جو جماعت انجام دے رہی ہے وہ ایک جہاد کر رہی ہے۔"

(روزنامہ مشرق لاہور ۷ اپریل ۱۹۶۹ء)

**خریدار احباب کی توجہ کے لئے**

خط و کتابت میں جملہ احباب اپنا خریداری نمبر ضرور درج فرمایا کریں۔ یہ نمبر پتہ کی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ (مینیجر)

حیاۃ ابی العطاء

# میری زندگی

## چند منتشر یادیں

(۷)

### آریہ سماجی پنڈتوں سے مناظرات

انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے بیسویں صدی کے پہلے نصف اوّل تک عیسائی پادریوں کے علاوہ آریہ سماج کی طرف سے بھی اسلام پر شدید حملے ہوتے تھے۔ پنڈت دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش ایسی کتاب لکھ کر آریوں کو اسلام سے سخت متنفر کر دیا اور ان میں اسلام کے خلاف بغض بھر دیا۔ آریہ سماج کے ہر جلسے میں اسلام پر جارحانہ حملے ہوتے تھے جس سے مناظرات کا طویل سلسلہ شروع ہو جاتا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے دفاع کے لئے مامور فرمایا تھا آپ نے آریہ سماج کے حملوں کا بھی پورا پورا جواب دیا اور اسلام کی فضیلت کو واضح دلائل سے ثابت فرمایا۔ آپ کا یہ شاندار علمِ کلام ادیانِ باطلہ کے خلاف ہمیشہ اہلِ انصاف سے خراجِ تحسین حاصل کرتا رہیگا۔ آپ نے آریہ سماج کے جملہ اعتراضات کا بودہ پن ظاہر کر کے اُن کے عقائد و اصول پر وہ ٹھوس تنقید فرمائی کہ آریہ لوگ قیامت تک اس کے جواب سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ جماعت احمدیہ کے علماء اور مناظرین نے اسی درخشندہ علمِ کلام کے ذریعہ آریہ سماج کو ہر موقعہ پر شکست دی ہے۔ یہ سلسلہ ایک لمبے عرصہ تک جاری رہا۔

زمانۂ طالب علمی میں مَیں نے آریہ پنڈتوں اور احمدی علماء کے متعدد مناظرات سُنے، آریوں کی کتابیں پڑھیں، ستیارتھ پرکاش کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ آریوں کے اخبارات آریہ گزٹ، آریہ مسافر اور پرکاش وغیرہ کا مَیں شروع سے مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ زمانۂ طالب علمی میں بھی مجھے متعدد مقامات پر آریوں سے مناظرات کرنے کا اتفاق ہوا۔ لیکچر تو اس بارے میں بکثرت ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں مَیں نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ کچھ مہینے خدمت دین کے بعد مبلغین کلاس میں داخل ہوا اور یکم مئی ۱۹۲۷ء کو مبلغین کلاس کے فارغ ہو کر باقاعدہ مبلغ کے طور پر مقرر ہوا۔ اسکے

بعد تو متحدہ ہندوستان کے طول و عرض میں تقاریر اور مناظرات کا تانتا بندھ گیا۔ چند سال تک یہ سلسلہ بڑے زوروں پر رہا جن میں سے اکثر کا ذکر سلسلہ کے اخبارات میں موجود ہے اور بعض ایسے بھی ہیں جن کی رپورٹ نہ ہوئی اور ان کا کوئی تذکرہ اخبار میں نہیں ہوا۔ میں ذیل میں آریہ سماجیوں سے چند بڑے بڑے مناظرات اور اہم گفتگوؤں کا ذکر کرتا ہوں۔

## مناظرہ دینا نگر

دینا نگر ضلع گورداسپور کا مشہور ریلوے سٹیشن ہے۔ آموں کے باغات کی وجہ سے اُسے خاص شہرت حاصل تھی۔ وہاں پر ایک مضبوط آریہ سماج تھی جو ہر سال جلسہ کرتی اور مسلمانوں کو مناظرہ کی دعوت دیتی۔ عام طور پر اُن کے جلسے اور مناظرے آموں کے موسم میں ہوا کرتے تھے اس وجہ سے بھی مشتاقین کی بڑی تعداد پہنچ جایا کرتی تھی مگر کبھی کبھی وہ لوگ دوسرے اوقات میں بھی جب اُن کا کوئی بڑا پنڈت آجاتا جلسہ کیلئے اور مناظرہ کا چیلنج دیدیا کرتے تھے۔

۱۹۲۴ء کے آخر یا ۱۹۲۵ء کے شروع کے ایام میں مجھے اطلاع ملی کہ دینا نگر میں آریوں کا جلسہ ہو رہا ہے اور انہوں نے مسلمانوں کو دعوتِ مناظرہ بھی دی ہے۔ مرکز سے ڈاکٹر فضل کریم صاحب مرحوم کو وہاں بھجوایا گیا۔ وہ اُن کا اپنا علاقہ تھا تاکہ مناسب انتظام کریں اور اگر ضرورت ہوئی تو مرکز سے مبلغین بھی بھجوائے جائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم بڑے غیور احمدی تھے اُن کا اس علاقہ میں اثر و نفوذ بھی تھا۔ وہ جب دینا نگر گئے تو مسلمانوں نے اُن سے کہا کہ آریوں نے مناظرہ کا چیلنج سب مسلمانوں کو دے رکھا ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی جماعت کے مناظر مناظرہ کریں۔ ڈاکٹر صاحب اور کچھ اور دوست منتری آریہ سماج کے پاس گئے۔ آریوں کے ہاں پنڈت دھرم بھکشو لکھنوی آئے ہوئے تھے۔ یہ بہت طرار اور منہ زور پنڈت تھے لکھنؤ میں ایک رسہ سے انہوں نے کچھ عربی بھی پڑھ لی تھی۔ منتری آریہ سماج نے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ دو موضوع (۱) اسلامی جنت (۲) تناسخ مقرر کر لئے اور مناظرہ کی شرائط طے کر لیں۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ شرط منوا لی تھی کہ اسلامی جنت پر از روئے قرآن مجید بحث ہوگی اور قرآن مجید کا اُردو ترجمہ جماعت احمدیہ کا شائع کردہ پیش ہو سکے گا۔

مناظرہ اتوار کو مقرر تھا۔ قادیان میں خطبہ جمعہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مناظرات میں مخالفین کی بدزبانیوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آئندہ کے لئے جماعت کو مناظرات نہیں کرنے چاہئیں۔ اُس دن حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب مرحوم ناظر اعلیٰ نے جمعہ کے بعد مجھے بلا کر فرمایا کہ دینا نگر میں ڈاکٹر فضل کریم صاحب گئے ہوئے ہیں آپ وہاں چلے جائیں وہاں پر آریوں کا جلسہ ہو رہا ہے۔ اب مناظرہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت صاحب نے منع فرما دیا ہے

موقعہ کے مناسب اگر آپ کا کوئی لیکچر ہو سکے تو بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ ڈاکٹر صاحب کی طبیعت کے پیشِ نظر بہت ممکن ہے کہ انہوں نے مناظرہ کے شرائط وغیرہ طے کر لئے ہوں۔ حضرت چودھری صاحب موصوفؓ نے فرمایا کہ خواہ کچھ ہو اب ہم تو حضور کے ارشاد کے پابند ہیں۔ میں دو چار کتابیں لیکر رات کو ہی دینا نگر کے لئے روانہ ہو گیا۔ صبح جونہی دینا نگر سٹیشن پر میں اکیلا اُترا تو ڈاکٹر صاحب مرحوم دیکھ کر حیران رہ گئے اور وہیں کہنے لگے کہ اب کیا بنے گا میں تو مناظرہ طے کر چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ مکان پر چل کر تفصیل طے کرتے ہیں۔ میں نے خطبہ کا ذکر اُن سے کیا اور ناظر صاحب اعلیٰ کا حکم بتایا۔ انہوں نے شرائط نامہ میرے سامنے رکھ دیا نیز کہا کہ یہ مناظرہ تو سب مسلمانوں کی طرف سے ہوگا اگر ہم نے مناظرہ نہ کیا تو بڑی ذلت ہوگی۔

آخر قرار پایا کہ حالات کی نزاکت سے مرکز کو تفصیلی اطلاع دیکر اجازت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ میں نے ایک مفصل خط لکھا اور شرائط نامہ کی نقل بھی شامل کی۔ نیز لکھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو قادیان سے فلاں فلاں ماہر مناظروں کو کتب سمیت بھجوا دیں یہاں پر پنڈت دھرم بھکشو سے مناظرہ ہوگا۔ یہ خط ایک آدمی کے ہاتھ قادیان بھیجا گیا اور ادھر میں نے دعا کرتے ہوئے مناظرہ کے لئے تیاری شروع کر دی۔ ہاں میں نے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ اگر مرکز کی طرف سے اتوار کی صبح تک جواب نہ آیا تو اسلام کی عزت کی حفاظت کے پیشِ نظر میں بامید منظوری مناظرہ شروع کر دوں گا البتہ اگر مناظرہ کے دوران بھی آپ کا یہی فیصلہ پہنچا کہ مناظرہ بہرحال نہ کیا جائے میں فی الفور مناظرہ بند کر دوں گا۔

میری رہائش کے لئے ایک باغ میں بالاخانہ مقرر تھا۔ اس جگہ خلوت بھی حاصل تھی صرف عند الضرورت احباب آتے تھے دعا کا بھی خوب موقعہ مل گیا اور تیاری کے لئے بھی وقت میسر آ گیا۔ ہفتہ و اتوار کی درمیانی شب میں ایک لمحہ کے لئے نہ سو سکا۔ مناظرہ کے نوٹ تیار ہو گئے اور دعا سے طمانیت حاصل ہو گئی۔ نماز فجر کے بعد قادیان سے جواب لیکر آدمی آیا۔ اس کے ہاتھ میں بند لفافہ تھا اور اس کے ساتھ مترجم قرآن مجید اور چند دوسری مطلوبہ کتب تھیں۔ ڈاکٹر صاحب اور احباب بہت بیتاب تھے۔ لفافہ کھولا گیا۔ لکھا تھا کہ عام حالات میں مناظرہ کرنے کی اجازت نہیں البتہ اگر وہاں کے حالات ایسے ہوں کہ مناظرہ لازمی ہو تو ابو العطاء کو فیصلہ کرنے کی اجازت ہے۔ وہی مناظرہ کریں مرکز سے کسی اور مناظر کو بھیجنے کی ضرورت نہیں۔

آخر یہی قرار پایا کہ آریوں سے مناظرہ کیا جائے۔ ہر دو مناظرے آریوں کے پنڈال میں ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت کامیاب ہوئے۔ مجھے یاد ہے کہ اس مناظرہ میں قادیان کے غیر احمدی میاں مہر دین صاحب آتشباز بھی موجود

تھے کیونکہ وہ اس علاقہ کے اصل باشندے تھے۔ مناظرہ کے بعد اور لوگوں کے ساتھ وہ بھی پھولوں کے ہار لائے اور مجھے پہنائے اور کہنے لگے کہ قادیان میں مخالفت اور رہے مگر آج تو آپ لوگوں نے اسلام کی عزت رکھ لی ہے۔

دونوں مناظرات میں پنڈت دھرم بھکشو کی ناکامی نمایاں تھی جنت کے موضوع پر خطرہ تھا کہ وہ بدزبانی کریں گے مگر قرآن مجید کی شرط کی سختی سے پابندی کرائی گئی اور میں نے پہلی تقریر میں ہی اسلامی نقطۂ نگاہ سے جنت کی کیفیت اور اس کی نعمتوں کی حقیقت کا تفصیلی ذکر کر دیا تھا جس پر اُٹھتے ہی اُن کے منہ سے نکلا کہ اس بیان پر تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہمیں تو جنت کے اس تصور پر اعتراض ہے جسے عام مسلمان بیان کرتے رہتے ہیں۔ بہرحال بڑا دلچسپ اور پُرلطف مناظرہ تھا۔

ایک لطیفہ خاص طور پر قابل ذکر ہے جب میں نے حوروں کی حقیقت کے سلسلہ میں آیت قرآنی اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ (الزخرف ع ۷) سے استدلال کیا کہ مومن مرد اور اُن کی مومنہ بیویاں ہر قسم کے ظاہری و باطنی عیب سے پاک ہو کر اور ہر پہلو سے خوبصورت ہو کر جنت میں جائیں گے تو پنڈت دھرم بھکشو نے اعتراض کیا کہ ان کا حُسن کیسا ہوگا، کیا وہ لندن یا پیرس کی لیڈیوں کی طرح ہوں گی؟ میں نے کہا کہ آپ نے بھارت کی دیویاں، کیوں شامل نہیں کیں؟ ہمیں تو یہ بتایا گیا ہے کہ جنت کی نعمتوں کی پوری کیفیت ہمارے یہاں کے ادراک سے بالا ہے۔ فرمایا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ (السجدہ ع ۲) کہ کوئی انسان اس دُنیا میں پوری طرح نہیں جان سکتا کہ اس کے لئے اگلے جہان میں کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک مقدر ہے۔ پھر میں نے تفصیل سے بتایا کہ پنڈت صاحب اس قسم کی باتیں صرف اسلئے کر رہے ہیں کہ ویدک دھرم کی رُو سے عورت کے لئے نجات نہیں ہے اور کوئی ہندو عورت سورگ میں نہیں جائے گی۔ میں نے کہا کہ اگر پنڈت جی کے نزدیک ہندو عورتیں سورگ میں جا سکتیں تو انہیں مسلمان عورت کے جنت میں داخل ہونے پر ہرگز اعتراض پیدا نہ ہوتا۔ اور اگر ہندو عورتیں سورگ (جنت) میں نہیں جا سکتیں جیسا کہ آریوں کا عقیدہ ہے (میں نے ستیارتھ پرکاش کا ایک حوالہ بھی اس بارے میں پڑھا) تو اب میں تمام ہندو بہنوں سے (اس جلسہ گاہ میں صدہا ہندو عورتیں مناظرہ سننے کے لئے بیٹھی تھیں) اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس زندہ مذہب کو قبول کریں جو یہ اعلان کرتا ہے کہ نیک انسان مرد ہوں یا عورتیں سب ابدی جنت میں جائیں گے۔ اور اس دھرم کو تیاگ دیں جو عورتوں کے لئے سورگ میں جانے کا راستہ بند قرار دیتا ہے۔ اس پُرزور اپیل کے ساتھ ہی میں نے آریہ صاحبان سے بھی کہا کہ اگر آپ لوگوں کو اپنی جانوں پر رحم نہیں آتا تو کم از کم اپنی ماؤں، بہنوں، بیویوں اور بچیوں پر تو رحم کریں

ان کے لئے ہندو دھرم میں مکتی کا راستہ مسدود ہے وہ سورگ میں نہیں جا سکتیں ان کو اسلام میں داخل کرا دیں کیونکہ قرآن مجید کھلے بندوں اعلان کر رہا ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فرمایا کہ نیک اعمال بجا لانیوالا مومن مرد اور نیک اعمال بجا لانے والی مومنہ عورت سب جنت میں داخل ہوں گے۔

یہ حصۂ تقریر ہندو عورتوں کے لئے خاص توجہ کا موجب بن رہا تھا۔ ہندو مرد کافی پریشان نظر آتے تھے اور پنڈت دھرم بھکشو آخر دم تک اس سوال کا صاف جواب دینے سے عاجز رہے کہ آیا عورتیں سورگ میں جائیں گی یا نہیں؟ انہیں اس کا صاف جواب دینے میں دونوں طرف مشکل نظر آ رہی تھی۔ بہرحال ان مناظرات سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کی فتح نمایاں ہوگئی اور اپنوں اور بیگانوں نے اس کا اعتراف کیا۔ میں یہ سطور ایک مختصر خاکہ کے طور پر لکھ رہا ہوں ورنہ جو واقعی کیفیت ہوتی تھی اسے لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے والحمد للہ رب العلمین۔

## مناظرۂ امرتسر

دینا نگر کے مناظرہ کے قریباً ایک سال بعد انہی پنڈت دھرم بھکشو جی کے ساتھ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موضوع پر آریہ سماج مندر ہشم بازار امرتسر میں مناظرہ ہوا جو پہلے مناظرہ سے بھی بڑھ کر شاندار اور تائید ایزدی کا نمایاں ثبوت تھا۔

ہوا یوں کہ پنڈت دھرم بھکشو نے امرتسر میں کئی روز قیام کر کے علماء اسلام کو مناظرات کے چیلنج دیئے اور کئی مولوی صاحبان نے پنڈت صاحب سے مناظرے کئے۔ پنڈت جی کی طراری اور اعتراضات کی بھرمار سے عام مسلمان بے چینی محسوس کرتے تھے۔ آخر میں پنڈت جی نے اپنے منتری کے ذریعہ جماعت احمدیہ امرتسر کو بھی چیلنج دیدیا اور مضمون صداقت حضرت مسیح موعودؑ مقرر کیا۔ آریوں کا یہ بھی خیال تھا کہ اس موضوع میں احمدیوں کا موقف صرف دفاعی رہے گا اسلئے شاید وہ اس چیلنج کو منظور ہی نہ کریں ہم مفت میں فتح کا ڈھنڈورہ پیٹ سکیں گے اور اگر احمدی مناظرہ کے لئے آ گئے تو اس موضوع میں عام مسلمان بھی مخالفت کے باعث ہمارے ساتھ ہونگے۔

ان دنوں امرتسر میں جماعت احمدیہ کے سیکرٹری تبلیغ محترم چوہدری غلام محمد صاحب آف گوٹریالہ مرحوم تھے، وہ منتری آریہ سماج کے چیلنج کے پیش نظر قادیان پہنچے۔ انہوں نے بڑے بڑے علماء سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ میں ان دنوں مولوی فاضل کے بعد حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ کے پاس مبلغین کلاس میں پڑھا کرتا تھا۔ میں اپنے گھر سے جو حضرت مولوی حکیم قطب الدین صاحبؓ کے مکان میں تھا نماز ظہر کے لئے مسجد مبارک کو جا رہا تھا۔ چوک میں مرحوم چوہدری صاحب مل گئے اور کہنے لگے کہ اگر آریہ سماجی یہ چیلنج دیں

کہ تم سے حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت پر بحث کرلو تو کیا کرنا چاہیئے؟ میں نے اُس وقت کی جوشیلی طبیعت کے ماتحت بے ساختہ کہا کہ کرنا کیا چاہیئے دشمنانِ دین کے چیلنج کو فوراً منظور کرلینا چاہیئے۔ میرا یہ انداز جواب محترم چودھری صاحب کو بہت پسند آیا۔ وہ مجھے پہلے بھی جانتے تھے۔

دوسرے روز پیر کے دن علی الصبح جبکہ ہم اپنے استاد حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ سے مبلغین کلاس میں پڑھ رہے تھے حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر نائب ناظر دعوۃ و تبلیغ مکرم چودھری غلام محمد صاحب مرحوم آف کرٹیال کی معیت میں تشریف لائے اور حضرت حافظ صاحبؓ سے فرمایا کہ آئندہ جمعرات کی شام کو امرتسر میں آریوں سے مناظرہ ہے ابوالعطاء نے جانا ہے انہوں نے مان لیا ہے۔ اس کے بعد وہ مجھ سے گاڑی کے اوقات وغیرہ کے بارے میں بات کرکے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ حضرت حافظ صاحبؓ کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ میں نے اپنے استاد سے اجازت لئے بغیر از خود جانا مان لیا ہے۔ میں نے حقیقت بتائی کہ میری تو چودھری صاحب سے اتنی بات ہوئی تھی کہ آریوں کا چیلنج ضرور قبول کرنا چاہیئے۔ جس کو انہوں نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ مبلغین کلاس میں جمعرات کے روز ہم طلبہ تقاریر کیا کرتے تھے۔ میرا خیال تھا کہ اس دفعہ مجھے اس سے رخصت مل جائے گی اور میں صبح ہی امرتسر چلا جاؤں گا شام کو بعد عشاء مناظرہ ہوگا۔

حضرت حافظ صاحبؓ میرے کئی دفعہ عرض کرنے کے باوجود رخصت دینے پر رضامند نہ ہوئے۔ میں نے ارادہ کرلیا کہ کلاس سے فارغ ہو کر روانہ ہو جاؤنگا مگر ہوا یوں کہ بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب کو موسلا دھار بارش ہوئی اور گلی کوچے پانی سے بھر گئے اُس دن کلاس لگنے کا سوال ہی نہ تھا مگر میں بروقت کلاس میں پہنچا اور حضرت حافظ صاحبؓ کو اطلاع دی جو اُوپر کی منزل میں رہتے تھے۔ بہت ہی محبت کرنے والے استاد تھے ہنستے ہوئے اُترے اور فرمایا کہ تم کس طرح جاؤ گے میں نے کہا کہ آپ نے رخصت نہیں دی اب پہلے پڑھائی ہو جائے۔ پھر کلاس روم میں بیٹھ کر مجھ سے دریافت کیا کہ اب کیا پروگرام ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ بے فکر رہیں میں انشاء اللہ بروقت پہنچ جاؤں گا۔ میں صرف تہہ بند باندھ کر پانی میں سے پیدل بٹالہ پہنچونگا وہاں سے امرتسر کی گاڑی لے لونگا (اُن دنوں ابھی قادیان میں ریل نہ آئی تھی) پھر دریافت فرمایا کہ آریوں سے صداقت مسیح موعودؑ پر بحث کس طرح کرو گے؟ میں نے بتایا کہ پہلے میں رگوید کا منتر پیش کرونگا جس میں ذکر ہے کہ پرمیشور سچوں کی نصرت کرتا ہے پھر قرآن مجید سے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کی آیت پیش کرونگا اور اس اصولِ صداقت کو واضح کرکے آریہ مناظر کو اس پیشگوئی کی طرف لے آؤنگا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پنڈت لیکھرام کے متعلق فرمائی تھی۔ حضرت حافظ صاحبؓ اس پر بہت خوش ہوئے دعا فرمائی اور مجھے رخصت فرمایا۔

میں روانگی کی تیاری کر رہا تھا کہ ۹ بجے دھوپ نکل آئی اور آسمان صاف ہو گیا۔ میں بارہ بجے اڈہ پر گیا کہ شاید ڈاک والے بس میں جگہ مل جائے مگر بات نہ بنی۔ پھر پیدل روانہ ہونے کی نیت سے ظہر کے قریب گھر سے نکلا۔ مسجد مبارک میں نماز ادا کی اور میں ابھی اڈہ پر پہنچا ہی تھا کہ ایک لاری یا بس پھرتی ہوئی وہاں پہنچی اور ڈرائیور نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو پیغام دیا کہ ابھی واپس بٹالہ جانا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی سامان مہیا فرما دیا اور میں گاڑی سے پہلے ہی بٹالہ سٹیشن پر پہنچ گیا۔ فالحمد للہ

بارش کی وجہ سے سواریاں بہت کم تھیں۔ گاڑی بھی کچھ لیٹ تھی۔ انٹر کے ڈبہ میں میں اکیلا ہی تھا۔ گاڑی امرتسر کے لئے روانہ ہوئی میں نے زاری سے دعا شروع کی۔ غنودگی طاری ہو گئی اور زبان پر آیت کریمہ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعَادِ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا جاری ہو گئی اور دل پر سکینت نازل ہو گئی۔ امرتسر میں احباب جماعت بے چین تھے کہ بارش شدید ہوئی ہے شاید ابو العطاء نہ پہنچ سکے۔ جونہی گاڑی سٹیشن پر رکی اور میں نے کھڑکی سے سر باہر نکالا احباب بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ تانگہ میں بیٹھے اور سیدھے آریہ مندر پہنچے صرف راستہ میں ایک ہوٹل سے ایک پیالی چائے تانگہ میں بیٹھے بیٹھے پی لی کیونکہ مناظرہ کا وقت ہو رہا تھا۔

جب ہم مندر کے بیرونی دروازہ پر تھے اور میں نے اپنے دبلے جسم کو شانوں پر کمبل ڈال کر گرم کر رکھا تھا کیونکہ موسم سردی کا تھا تو ایک مولوی صاحب نے جماعت کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر معراج الدین صاحب مرحوم سے جو مجھ سے ذرا آگے جا رہے تھے پوچھا کہ کس کو مناظرہ کے لئے لائے ہو انہوں نے میرا نام بتایا۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ "تم نے بڑی غلطی کی ہے تم نہیں جانتے کہ گزشتہ ہفتہ سے یہ ظالم پنڈت ہمارے مولویوں کا کیا حال کر رہا ہے تم اگر خلیفہ صاحب کو نہیں لا سکتے تھے تو کم از کم مولوی سرور شاہ صاحب یا حافظ روشن علی صاحب یا میر قاسم علی صاحب کو تو لاتے یہ تم نے کیا کیا ہے؟" جونہی یہ الفاظ میرے کان میں پڑے میری روح پھر آستانۂ الوہیت پر گداز ہو گئی اور میں نے کہا کہ اے اللہ! اب تو تو ہی نصرت کرے گا۔ آج کی نصرت کو لوگ صرف تیری قدرت پر محمول کریں گے میں تو سراسر ناچیز ہوں تو قدرت نمائی فرما۔

آریہ مندر کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اوپر کی منزل پر عورتیں بھی تھیں۔ آریوں نے اپنا سٹیج جنوب کی طرف اونچا بچھایا ہوا تھا اور ہمارے لئے سامنے ایک میز اور چند کرسیاں رکھ دی تھیں۔ ہم جا کر ان کرسیوں پر بیٹھ گئے ہمارے ساتھیوں میں چودھری غلام محمد صاحب سیکرٹری تبلیغ، ڈاکٹر معراج الدین صاحب کے علاوہ ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب آف موگا مرحوم بھی کرسیوں پر تھے۔ پنڈت دھرم بھکشو صاحب نے مجھے فوراً پہچان لیا۔ اس سے قبل دینا نگر میں ان سے مناظرہ ہو چکا تھا فرمانے لگے کہ مولوی صاحب آپ کے ہم سے مناظرے ہوتے ہی رہتے ہیں مناظرہ شروع کرنے سے پہلے دو باتیں طے ہو جانی چاہئیں۔ میں نے جھٹ کھڑے ہو کر کہا کہ فرمائیے کیا باتیں ہیں۔ میرے اس طرح کہنے سے مسلمان سامعین کے چہروں پر تسلی کے آثار نظر آنے

تھے۔ پنڈت صاحب نے کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے جو مضمون اپنے سیکرٹری صاحب کو کہا تھا اس میں ان سے غلطی ہو گئی ہے مضمون مناظرہ مرزا صاحب کی صداقت نہیں ہے بلکہ مرزا صاحب کی پیشگوئی دربارہ پنڈت لیکھرام ہے۔ میں نے فوراً کہا کہ ہمیں منظور ہے۔ لوگ حیران تھے کہ عین میدانِ مناظرہ میں عنوان بدلا جا رہا ہے اور احمدی مناظر فوراً منظور کر لیتا ہے۔ لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ یہاں تو اس میں اللہ تعالیٰ کا تصرف نظر آتا تھا۔ پنڈت صاحب نے دوسری بات یہ کہی کہ پہلی اور آخری تقریر مدعی کی ہوگی اور مدعی آریہ سماج ہوگی۔ میں نے کہا کہ یہ تو منظور ہے کہ پہلی اور آخری تقریر مدعی کی ہوگی مگر یہ درست نہیں کہ اس مضمون میں مدعی آریہ سماج ہوگی اس میں مدعی جماعت احمدیہ ہوگی۔ پنڈت صاحب نے کہا کہ مدعی ہم ہی ہونگے پھر انہوں نے فنِ مناظرہ کی کتاب الرشیدیہ سے مدعی کی تعریف عربی میں پڑھی مگر عربی پڑھنے میں اعرابی غلطی کر گئے میں نے ٹوک دیا۔ جھنجھلا کر کہنے لگے آپ میری غلطیاں نکالنے آئے ہیں؟ میں نے کہا اور کس لئے آیا ہوں؟ کہنے لگے کہ کیا لفظی غلطیاں نکالنے آئے ہیں؟ میں نے کہا کہ لفظی غلطیاں بھی اور معنوی غلطیاں بھی نکالنے آیا ہوں۔ پھر میں نے کہا کہ رشیدیہ کی تعریف میں حیثیت دعویٰ والے کو مدعی قرار دیا گیا ہے اسلئے ہم ہی مدعی ہیں آپ تو منکر ہیں۔ پنڈت صاحب پہلو بدل کر کہنے لگے کہ ہم نے آپکو بلایا ہے اسلئے مدعی ہم ہی ہونگے۔ میں نے کہا کہ پنڈت صاحب بلانے والے کو داعی کہتے ہیں مدعی نہیں کہتے۔ اس پر پنڈت صاحب کھسیانے ہو گئے مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر لگا دیا۔ آریہ سماجی صدر جو ایک شریف ایڈووکیٹ تھے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میری درخواست ہے کہ یہ ہمارا مندر ہے اسجگہ نعرۂ تکبیر نہ لگایا جائے۔ آپ مسلمانوں کو روک دیں۔ میں نے احباب کو اسطرف توجہ دلا دی۔ دوسری درخواست آریہ صدر نے باادب طور پر یہ کی کہ مناظرہ شروع ہونا چاہیئے میں نے کہا کہ اگرچہ حق تو ہمارا ہی ہے کہ پہلی اور آخری تقریر ہماری ہو لیکن پہلی تقریر آریہ مناظر کر لے اور آخری ہم لینگے اس پر صدر صاحب بہت خوش ہوئے اور دس دس منٹ کی باری مقرر ہوئی۔

پنڈت دھرم بھکشو نے دو اعتراض کئے (۱) یہ کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی پنڈت لیکھرام کے قتل ہو جانے کی نہ تھی۔ انہوں نے تو نشان دیکھ کر مسلمان ہونا تھا قتل ہو جانے سے پیشگوئی جھوٹی ثابت ہوئی (۲) مرزا صاحب نے اپنے کسی مرید کو بھیج کر قتل کروا دیا تھا۔

میں نے کہا کہ آپکے دونوں اعتراض متضاد ہیں جب پیشگوئی قتل کی نہ تھی بلکہ پنڈت جی کے قتل ہونے سے جھوٹی ثابت ہو جاتی تھی تو کیا حضرت مرزا صاحب نے آدمی بھیج کر اپنی پیشگوئی کو جھوٹا ثابت کرنا چاہا؟ اسلئے یا تو آپ اس اعتراض کو واپس لیں کہ پیشگوئی قتل کی نہ تھی اور یا اس اعتراض کو غلط قرار دیں کہ حضرت مرزا صاحب نے آدمی بھیج کر پنڈت لیکھرام کو قتل کرایا تھا۔ بتلایئے آپ کس اعتراض کو واپس لیتے ہیں؟ یہ گرفت ایسے موزوں انداز میں کی گئی کہ مسلمانوں نے بے قابو ہو کر پھر نعرۂ تکبیر لگا دیا جنہیں پھر روکنا پڑا اور پنڈت جی حیران رہ گئے۔ مناظرہ جاری رہا۔ میں نے حوالہ جات دکھائے کہ لیکھرام کے

قتل کی پیشگوئی تھی۔ خود پنڈت صاحب نے بھی اسے تسلیم کیا ہے (کلیات آریہ مسافر) باقی رہا مسلمان ہونے کا موقعہ ملنا تو وہ پنڈت صاحب کو مل گیا تھا۔ چھ بجے شام ان پر حملہ ہوا تھا اور بعدازاں آٹھ گھنٹے تک وہ باہوش و حواس زندہ رہے۔

پنڈت دھرم بھکشو کا یہ کہنا کہ آدمی بھیج کر قتل کروا دیا تھا یہ صریح غلط ہے۔ عقلی بحث کے علاوہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چیلنج سراج منیر کتاب سے پڑھ کر سنایا اور پنڈت صاحب کو اسکے مطابق حلف اُٹھانے کی پُرشوکت الفاظ میں دعوت دی۔ پنڈت صاحب مناظرہ میں بہت عاجز اور درماندہ ہو رہے تھے۔ تین گھنٹے مقررہ میں سے غالباً ½۱ گھنٹہ ہی گفتگو ہوئی تھی کہ انہوں نے کہا کہ مجھے ابھی تار ملا ہے مجھے فرنیٹر میل سے ناگپور جانا ضروری ہے خواہ آپ میری شکست سمجھیں مگر میں مجبور ہوں میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ مذہبی مناظرات میں فتح و شکست کا کیا سوال ہے باقی لوگ اندھے تو نہیں انہیں سب کچھ نظر آ رہا ہے۔ اگر آپ مجبور ہیں اور آپ معافی مانگتے ہیں تو اگرچہ آریوں کا ایشور تو معاف نہیں کیا کرتا ہمارا رب معاف کر دیتا ہے اسلئے ہم معاف کرتے ہیں۔ یہ جواب جس میں آغاز جوانی کی شوخی بھی پائی جاتی تھی پنڈت جی کو بہت چبھا اور انہوں نے کہدیا کہ پھر میں معافی نہیں مانگتا۔ میں نے کہا کہ پھر ہم آپکو جانے نہ دینگے پورا مقررہ وقت مناظرہ کریں ہم بارش میں قادیان سے آئے ہیں۔ اس مرحلہ پر پھر آریہ سماج صدر آ اُٹھے آئے اور انہوں نے اٹھ کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ پنڈت صاحب کا جانا ضروری ہے اور میں آپ سے معافی مانگتا ہوں اب مناظرہ بند کر دیا جائے۔ انکے اس شریفانہ انداز پر خوشگوار طریق پر مناظرہ ختم ہو گیا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

اب کیا تھا احمدیوں کی خوشی کا کیا کہنا۔ غیر احمدی مولوی صاحبان اور دوسرے لوگ بھی چاروں طرف سے مبارکباد دے رہے تھے اور پھولوں کے ہار لے آئے اور انتہائی خوشی کا اظہار کیا گیا۔ میری رُوح اپنے ربِّ کریم کے آستانہ پر بہہ رہی تھی کہ اس نے کس طرح ایک ناچیز محض سے اسلام و احمدیت کی تائید میں یہ کام لیا۔

کچھ عرصہ بعد حضرت میر قاسم علی صاحب امرتسر گئے تو لوگوں نے جو کوائف انہیں بتلائے انہوں نے اسکی بنا پر ایک نظم لکھی اور انہی دنوں اپنے ہفت روزہ فاروق میں شائع کی تھی وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔


الفردوس
انار کلی میں
لیڈیز کپڑے کے لئے
آپ کی اپنی
دکان ہے
الفردوس
۸۵-انارکلی لاہور

# مُفید اور مؤثر دوائیں

## نُور کاجل

ربوہ کا مشہورِ عالم تحفہ

آنکھوں کی صحت اور خوبصورتی کے لئے نہایت مفید
خارش، پانی بہنا، پھپنی، ناخنہ، ضعفِ بصارت
وغیرہ امراض چشم کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ متعدد
جڑی بوٹیوں کا سیاہ رنگ جوہر ہے جو عرصہ ساٹھ
سال سے استعمال میں ہے

خشک وتر قیمت فی شیشی سوا روپیہ

## تریاقِ اٹھرا

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ
کی بہترین تجویز جو نہایت عمدہ اور بہترین اجزاء کے ساتھ
پیش کی جا رہی ہے۔

اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا یا پیدا ہونے کے
بعد جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا
ان تمام امراض کا بہترین علاج۔

قیمت :- پندرہ روپے

## نُور منجن

دانتوں کی صفائی، صحت کے لئے ازحد ضروری ہے
یہ منجن دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی حفاظت اور
علاج کے لئے بہت مفید ہے۔

فی شیشی - ایک روپیہ

## نُور نظر

اولادِ نرینہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ
کی بہترین تجویز جس کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کے فضل
سے لڑکا پیدا ہوتا ہے۔

قیمت مکمل کورس :- پچیس روپے

**خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ۔ گولبازار ربوہ۔ فون نمبر ۳۸**


(طابع و ناشر :- ابوالعطاء جالندھری ٭ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

# تفہیماتِ ربّانیہ

محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری مدیر الفرقان و سابق مبلّغ بلادِ عربیہ کی اس لاجواب تصنیف میں ان تمام اعتراضات کا تفصیلی اور تسلّی بخش جواب دیا گیا ہے جو مخالفینِ احمدیت کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا تھا:۔

"اس کا نام میں نے ہی تفہیماتِ ربّانیہ رکھا ہے (طباعت سے پہلے) اس کا ایک حصہ میں نے پڑھا ہے جو بہت اچھا ہے۔ اس کتاب کے لئے کئی سال سے مطالبہ ہو رہا تھا کئی دوستوں نے بتایا کہ عشرہ کاملہ میں ایسا مواد ہے کہ جس کا جواب ضروری ہے۔ اب خدا کے فضل سے اسکے جواب میں اعلیٰ لٹریچر تیار ہوا ہے۔ دوستوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اسکی اشاعت کرنی چاہیئے۔" (الفضل ۱۲؍ جنوری ۱۹۳۲ء)

اب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن یکصد صفحات اور بعض قیمتی حوالہ جات کے اضافہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اس انتہائی مفید کتاب کا ہر احمدی گھرانہ میں موجود ہونا ضروری ہے۔

ضخامت آٹھ سو صفحات۔ قیمت مجلّد اعلیٰ سفید کاغذ گیارہ روپے ۔ مجلّد اخباری کاغذ آٹھ روپے۔ کتابت و طباعت عمدہ۔

○

**مکتبۃ الفرقان ربوہ**

# THE CAIRO DEBATE

*The Editor of Monthly Tahrik-i.Jadid writes :—*

**The Cairo Debate**

*by*

*Maulana Abul Ata, ex-Missionary for the Middle East, published by the Al-Furqan, Rabwah.*

**Price Rs. 1.25**

Maulana Abul Ata is a veretan Missionary who has silenced many an oppenent in Indian Sub Continent and the Middle East. He commands a great mastery over his subject—comparative study of religion—and his debates always remain fresh in the minds of those who have the opportunity to listen to them.

This book under review comprises a debate with a Christian Missionary in the Middle East. It is worth reading and we are sure that every reader will add to his knowledge and appreciate the way the Maulana puts forth his case.

We commend it to our readers."

(April 1969)

Only Title printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.